ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

33

14 تا 20 اگست 2012ء / 25 رمضان المبارک تا یکم شوال المکرّم 1433ھ

اس شمارے میں

عیدِ آزاداں یا عیدِ محکوماں؟

سرورِ کائنات ﷺ کی عید

قرآن سے محبت زندگی کا حاصل

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام عید

جشن آزادی یا یوم تجدید عہد؟

عیدالفطر: احکام وفضائل

اسلام: والدین کے حقوق کا ضامن

اعتدال کے ثمرات

حضرت عبداللہ بن عباسؓ

سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات

عید...... کچھ تو حالات بدلنے کا عزم کرو

رمضان کے روزوں کی اصل غرض وغایت اہل ایمان میں تقویٰ کی آب یاری ہے۔ آپ کی عید اسی وقت اصلی عید قرار پائے گی جب اس رمضان کے بعد آپ پہلے سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے اور نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے بن جائیں۔ اگر رمضان ختم ہوتے ہی رات بھر عید کی تیاریاں صلوٰۃ الفجر کے لئے آپ کو نہ اٹھنے دیں اور عید کی مصروفیات میں ظہر' عصر وقت پر ادا نہ ہوں' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان سے آپ نے کوئی فیض نہیں اٹھایا۔ بے ہودہ فلموں' موسیقی' گانوں اور فضول خرچی سے بچیۓ۔ اللہ نہ کرے' اگر آپ کا روزِ عید دین پر چلنے کے بجائے ٹی وی اور کیبل کی بے ہودہ نشریات دیکھنے اور سننے کی نذر ہو گیا' تو پھر خواہ آپ نے کتنے ہی روزے رکھے ہوں' عید کے کتنے ہی شاندار کپڑے سلوائے ہوں اور گھر کو خوب سجایا ہو یہ روز خوشی کا نہیں' ماتم کا ہے۔

جب آپ عید منائیں تو یہ ہرگز نہ بھولیں کہ آج اسلام اور اسلام کے ماننے والے کس غربت و کسمپری کا شکار ہیں۔ وہ نیکی اور تقویٰ کی شاہراہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارتے ہیں اور ان کا دین جھوٹی خواہشات' اوہام اور فضول رسوم کا ملغوبہ بن گیا ہے۔ اُن کا دین غالب نہیں مغلوب ہے۔ ''روشن خیالی'' کی آندھیاں اُسے ملیامیٹ کرنے کے درپے ہیں۔

شرک اور اللہ سے بے وفائی و ناشکری کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں جہاں بھی یہ مسلمان آباد ہیں' ذلت اور رسوائی اور کسمپرسی کا شکار ہیں۔ آج برما میں ان برادرانِ اسلام کی سربریدہ لاشوں کو دیکھئے کہ انہیں کس جرم میں کس نے ذبح کیا ہے؟ کشمیر سے فلسطین اور عراق سے افغانستان تک اس زخم زخم اور زار زار' حال سے بے حال قوم کو اپنی عید کی مسرتوں میں نہ بھول جایئے...... اے عید کی خوشیاں منانے والو! تمہیں کچھ تو دکھ کا احساس ہو' تمہارے وطن میں غربت و افلاس' بدامنی ظلم و ناانصافی ڈیرے ڈالے ہوئے ہے۔ کچھ تو حالات بدلنے کا عزم کرو۔

تسنیم احمد

الھدیٰ (525)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ یوسف

(آیات 7 تا 9)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

لَقَدۡ كَانَ فِیۡ یُوۡسُفَ وَ اِخۡوَتِهٖۤ اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیۡنَ ﴿۷﴾ اِذۡ قَالُوۡا لَیُوۡسُفُ وَ اَخُوۡهُ اَحَبُّ اِلٰۤی اَبِیۡنَا مِنَّا وَ نَحۡنُ عُصۡبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِ ۚ﴿۸﴾ اقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ اَوِ اطۡرَحُوۡهُ اَرۡضًا یَّخۡلُ لَكُمۡ وَجۡهُ اَبِیۡكُمۡ وَ تَكُوۡنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ قَوۡمًا صٰلِحِیۡنَ ﴿۹﴾

آیت ۷ لَقَدۡ كَانَ فِیۡ یُوۡسُفَ وَ اِخۡوَتِهٖۤ اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیۡنَ ﴿۷﴾ ''یقیناً یوسفؑ اور آپؑ کے بھائیوں (کے قصے) میں (بہت سی) نشانیاں ہیں پوچھنے والوں کے لیے۔''

یعنی جن لوگوں (قریشِ مکہ) نے یہ سوال پوچھا ہے اور جن لوگوں (یہودِ مدینہ) کے کہنے پر پوچھا ہے' ان سب کے لیے اس قصے میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ اگر وہ صرف اس ایک قصے کو حقیقت کی نظروں سے دیکھیں اور اس پر غور کریں تو بہت سے حقائق نکھر کر اُن کے سامنے آ جائیں گے۔

آیت ۸ اِذۡ قَالُوۡا لَیُوۡسُفُ وَ اَخُوۡهُ اَحَبُّ اِلٰۤی اَبِیۡنَا مِنَّا وَ نَحۡنُ عُصۡبَةٌ ؕ ''جب انہوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے والد کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں جبکہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں۔''

برادرانِ یوسف نے کہا کہ ہم پورے دس لوگ ہیں' سب کے سب جوان اور طاقتور ہیں' خاندان کی شان تو ہمارے دم قدم سے ہے (قبائلی زندگی میں نوجوان بیٹوں کی تعداد پر ہی کسی خاندان کی شان وشوکت اور قوت وطاقت کا انحصار ہوتا ہے) لیکن ہمارے والد ہمیں نظر انداز کر کے ان دو چھوٹے بچوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

اِنَّ اَبَانَا لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنِ ۚ﴿۸﴾ ''یقیناً ہمارے والد صریح غلطی پر ہیں۔''

آیت ۹ اقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ اَوِ اطۡرَحُوۡهُ اَرۡضًا یَّخۡلُ لَكُمۡ وَجۡهُ اَبِیۡكُمۡ ''(چنانچہ) قتل کر دو یوسف کو یا اسے پھینک آؤ (دور) کسی علاقے میں تاکہ تمہارے والد کی توجہ صرف تمہاری طرف ہو جائے۔''

یوسف چونکہ ان دونوں میں بڑا ہے' اس لیے وہی والد صاحب کی ساری توجہ اور عنایات کا مرکز ومحور بنا ہوا ہے' چنانچہ جب یہ نہیں رہے گا تو لامحالہ والد صاحب کی تمام تر شفقت اور مہربانی ہمارے لیے ہی ہو گی۔

وَ تَكُوۡنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ قَوۡمًا صٰلِحِیۡنَ ﴿۹﴾ ''اور پھر اس کے بعد نیک بن جانا۔''

اس فقرے میں اُن کے نفس اور ضمیر کی کشمکش کی جھلک صاف نظر آ رہی ہے۔ ضمیر تو مسلسل ملامت کر رہا تھا کہ یہ کیا کرنے لگے ہو؟ اپنے بھائی کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ یہ تمہاری سوچ درست نہیں ہے! لیکن عام طور پر ایسے مواقع پر انسان کا نفس اس کے ضمیر پر غالب آ جاتا ہے' جیسا کہ ہم نے سورۃ المائدۃ' آیت 30 میں ہابیل اور قابیل کے سلسلے میں پڑھا تھا: فَطَوَّعَتۡ لَهٗ نَفۡسُهٗ قَتۡلَ اَخِیۡهِ ''پس قابیل کے نفس نے اُسے آمادہ کر ہی لیا اپنے بھائی کے قتل کرنے پر۔''

اسی طرح ان لوگوں نے بھی اپنے ضمیر کی آواز کو دبا کر آپس میں مشورہ کیا کہ ایک دفعہ یہ کڑوا گھونٹ حلق سے اتار لو پھر اس کے بعد توبہ کر کے اور کفارہ وغیرہ ادا کر کے کسی نہ کسی طرح اس جرم کی تلافی کر دیں گے اور باقی زندگی نیک بن کر رہیں گے۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

14 تا 20 اگست 2012ء — جلد 21
25 رمضان المبارک تا یکم شوال المکرم 1433ھ — شمارہ 33

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا--------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عیدِ آزاداں یا عیدِ محکوماں

قرآن پاک سے یہ ثابت ہے کہ اللہ رب العزت نے انسانی ارواح کو جسد عطا کرنے سے پہلے ان کا ایک اجتماع کیا اور ان سے پوچھا: ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' انہوں نے اجتماعی طور پر اقرار کیا اور کہا ''کیوں نہیں''۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس دنیا میں آنے والے آخری انسان نے عالمِ ارواح میں یہ اقرار کیا تھا کہ اللہ ہی اس کا رب ہے۔ رب عربی میں مالک کو کہتے ہیں۔ گویا پوری انسانیت اللہ کی اقرار کردہ اور تسلیم شدہ غلام ہے۔ اللہ نے اس روح کو جسد دے کر اس فانی دنیا میں بھیجا تو اس اقرار کی یاددہانی کے لیے اور اسے تازگی بخشنے کے لیے ان ہی بندوں میں سے کچھ کو اپنے نمائندے کی حیثیت سے بھیجا، تا کہ بندگی رب کے شعور سے بہرہ ور بندوں کو آدابِ غلامی کے صحیح طریقے سکھائے جائیں۔ یہ خصوصی نمائندے انبیاء اور رسل کہلائے۔ ان میں سے بعض کو صحیفے اور کتابیں دے کر بھیجا گیا۔ ان انبیاء اور رسل نے انسانوں کو کس نوعیت کی دعوت دی اور الہامی صحیفے اور کتابیں کیا پکار پکار کر کہتی رہیں، ان کا خلاصہ اور نچوڑ سمجھنے کی کوشش کی جائے تو وہ یہ ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ ساری کائنات کا خالق' مالک' رازق' پروردگار اور مشکل کشا صرف اللہ ہے اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ اس کا نہ کوئی ساجھی، کوئی ہمسر ہے نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے۔ انسان سب برابر ہیں۔ کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر برتری حاصل نہیں البتہ فضیلت کی بنیاد زہد اور تقویٰ ہے۔ کسی انسان کو دوسرے انسان کا مالی' جانی' معاشرتی اور سیاسی استحصال کرنے کی اجازت نہیں۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر انسانوں کو احکاماتِ الٰہی اور انبیاء و رسل کے ذریعے لاگو کی گئی شریعت یعنی قانون اور ضابطے کا پابند ہونا ہوگا۔ لیکن انسانی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے انسان نے بالعموم باغیانہ روش اختیار کی۔ اپنی حد سے تجاوز کرتے ہوئے خدائی اختیارات اپنے لیے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ہر فرعون' نمرود' ہٹلر اور بش کو عارضی کامیابی کے بعد ابدی ناکامی ہوئی اور عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے، لیکن کسی نے تاریخ سے سبق نہیں سیکھا۔ ان میں سے ہر ایک نے انسانی حقوق غصب کرنے اور انسانوں کا استحصال کرنے کے لیے ایک جیسے بھی اور مختلف حربے بھی استعمال کیے، لیکن ناکامی ان سب کا مقدر بنی۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان انسان کے زرخرید غلام ہوتے تھے۔ غلام کی تمام تر توانائیاں اور صلاحیتیں بھی اپنے اِس مالک کے لیے وقف ہوتی تھیں حتیٰ کہ وہ اس کی جان کا مالک بھی ہوتا تھا۔ اگر کوئی مالک اپنے غلام کو قتل بھی کر دیتا تو یہ اس کا حق سمجھا جاتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک میں غلامی کی تمام قسموں کو ختم کر دیا گیا سوائے جنگی قیدیوں کے، ان کی رہائی اور آزادی کے بھی کئی طریقے مقرر کر دیے گئے۔ پھر یہ کہ ان سے حُسنِ سلوک کی جس طرح اور جتنی تاکید کی گئی یہ کہا جا سکتا ہے کہ غلامی کا پرانا تصور مکمل طور پر ختم ہوگیا۔ خلافت نے جب بادشاہت اور شہنشاہیت کا لبادہ اوڑھ لیا تو اقتدار اور کشور کشائی کی ہوس نے ریاستوں اور ممالک کو غلام یا باجگزار بنانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ جس کی ہندوستان میں مغل، تغلق اور لودھی وغیرہ واضح مثالیں ہیں۔

غیر اسلامی دنیا پہلے ہی ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کی قائل تھی۔ سترہویں صدی عیسوی میں دنیا بھر میں مسلمانون کا زوال اپنے عروج پر پہنچ گیا اور تمام اسلامی ممالک بلاواسطہ یا بالواسطہ غیروں کے تسلط میں

آ گئے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں مسلمان ممالک میں آزادی کی تحریکیں شروع ہوئیں اور اس صدی کے وسط تک مسلمانوں نے جانی و مالی قربانیاں دے کر آزادی حاصل کی۔ ہم نے ہمیشہ ان کے جوش اور جذبے کو سراہا ہے لیکن آج اگر حالات کا معروضی جائزہ لیا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہیں کہ مسلمان اگر آزادی حاصل کرنے اور غیروں کو اپنے ملکوں سے نکالنا چاہتے تھے تو غیر بھی اندازِ حکمرانی کو بدلنا اپنے لیے ناگزیر سمجھنے لگے تھے۔ بات کو اگر کھول کر بیان کیا جائے تو وہ یوں ہے کہ انیسویں صدی میں جمہوریت کے غلغلے اور بے تحاشا بڑھتی ہوئی آبادی نے ان حکمرانوں کے لیے کچھ مشکلات پیدا کی تھیں، لہٰذا اندازِ حکمرانی بدلنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ حکمرانی کے لیے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا وسائل پر جابرانہ قبضہ کرنے کے لیے پہلا کام یہ کیا گیا کہ ریاست اور مذہب کا رشتہ کاٹ دیا گیا اور ان کے راستے الگ کر دیے گئے، تاکہ کوئی اخلاقی یا ماورائی قدغن اِس تسلط کے راستے میں حائل نہ ہو سکے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی اور کاغذی کرنسی نے ان کے کام کو آسان کر دیا۔ مواصلات کی ترقی نے دنیا کو چھوٹا کر دیا تھا۔ حاصل شدہ وسائل سے میڈیا کو خریدا گیا اور نظریات کی خرید و فروخت کا سلسلہ شروع ہوا۔ ظاہر ہے، وسائل پر قابض ہونے کی وجہ سے اسی گروپ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس حکمران گروپ نے ایک قدم اور بڑھایا اور سرمائے کو یکجا کرنا شروع کر دیا۔ دوسرے الفاظ میں ملٹی نیشنل کمپنیاں قائم ہو گئیں اور اس سرمایہ پرست نظام کے مقابلے میں جو نظام تھے اپنی کٹھ پتلی حکومتوں کے ذریعے ان پر حملہ آور ہوئے۔ سوشلزم اور کمیونزم اگرچہ انسانی استحصال ختم کرنے کے جھوٹے دعوے دار تھے تب بھی انہیں قبول نہیں تھے لہٰذا سوویت یونین کو نشانہ بنا کر اشتراکیت کا جنازہ نکال دیا گیا۔

یہ سرمایہ پرست گروپ باہم ضم ہوتے ہوئے اب سات بینکوں کے مالکان پر مشتمل ہے۔ یہ گروپ عالمی سطح پر بادشاہ گر بن چکا ہے اور دنیا کی حکومتوں کو کنٹرول کرتا ہے اور ان کی دفاعی قوت کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اسلامی نظام اگرچہ دنیا میں کسی ایک اسلامی ملک میں بھی نافذ نہیں، لیکن ایک انتہائی پر کشش اور فطری نظام تو ہے، لہٰذا تمام اسلام دشمن قوتیں مسلمان ممالک پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ مسلمان ممالک میں کسی ایسے شخص کو اقتدار کے قریب نہیں پھٹکنے دیا جاتا جو نظریاتی ہو اور اس مالیتی غلامی سے نکلنے کی سوچ رکھتا ہو۔ اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان ممالک کے ظاہری مسلمان حکمران ان بینک کاروں کی غلام سپر قوتوں کے غلام ہیں یعنی امریکہ اور مغرب وغیرہ ان بینک کاروں کے غلام ہیں اور مسلمان حکمران امریکہ برطانیہ وغیرہ کے غلام ہیں۔ ہمیں کسی حد تک اندرونی سطح پر آزادی حاصل ہے اور اُن معاملات میں آزادی حاصل ہے جنہیں ہمارے انیسویں صدی کے حکمران جدید دور میں اپنے لیے دردِ سر سمجھنے لگے تھے۔ اور یہ بات ہمارے سامنے کھل کر سامنے آئی ہے کہ حقیقی آزادی ابھی کوسوں دور ہے۔ سابقہ آقاؤں نے جسمانی قبضہ چھوڑ کر جوان کے لیے مسائل پیدا کر رہا تھا ذہنی اور نظریاتی قبضہ حاصل کر لیا تھا اور گزرتے ہوئے ہر دن میں اس تسلط اور قبضہ کو مستحکم کرتے چلے آ رہے ہیں۔

اس وقت مسلمان ممالک کی حالت کسی کی کم اور کسی کی بیش اس بیل کی سی ہے جو ہل کے آگے جتا ہوا ہے۔ اسے کھانے کو ملے گا اگر وہ فرمانبرداری سے اپنی ڈیوٹی ادا کرتا رہے گا بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بیل کو صرف زمین کے مالک کی ماننی ہوتی ہے۔ جبکہ مسلمان ممالک اس امریکہ اور یورپ کے غلام ہیں جو خود ان سات بینکاروں کے غلام ہیں۔ مسلمان حکمرانوں کے لیے کٹھ پتلی کا لفظ بھی غلامی کا پورا مفہوم ادا نہیں کرتا۔ عالم اسلام اپنی گردن میں پڑے غلامی کے اس پھندے سے اُس وقت تک نجات حاصل نہیں کر سکتا جب تک سرمایہ پرستوں کے اس گروپ کے بنائے ہوئے نظام کو تہ و بالا نہ کر دے اور اُمت مسلمہ حقیقتاً وجود میں نہ آ جائے اور نظام خلافت کو بحال نہ کر دیا جائے۔ اُس وقت تک ہماری عید کیسی ہوگی۔ آیئے علامہ اقبال کے اس شعر پر غور کرتے ہیں اور پھر فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم کون سی عید منانے چلے ہیں ۔

عیدِ آزاداں شکوہ ملک و دیں
عیدِ محکوماں ہجومِ مؤمنیں

بیابہ مجلس اسرار

یہودی: انسانیت کے دشمن

اس پوری کائنات میں شر کے منبع اور سرچشمہ شیطانِ لعین کا انسانوں میں سب سے بڑا ایجنٹ یہودی ہے، اور یہود کا سب سے بڑا آلۂ کار پروٹسٹنٹ عیسائی ہیں۔ خصوصاً وائٹ اینگلو امریکن پروٹسٹنٹس اور وائٹ اینگلو سیکسن پروٹسٹنٹس۔ انہی کے ذریعے سے یہود نے چرچ کو علیحدہ کرایا۔ انہی کے ذریعے سے سود کی اجازت حاصل کی اور بینک آف انگلینڈ بنایا۔ انہی کے ذریعے یورپ میں وہ تہذیب پروان چڑھی ہے، جس کی بنیاد سیکولرازم، سود پر مبنی سرمایہ داری اور لذت پرستی (Headonism) پر ہے۔ اس دوران علم کی دوسری آنکھ بند کر دی گئی اور وحی کی جانب بالکل نہیں دیکھا گیا۔ لہٰذا دنیا میں دجالیت قائم ہوئی۔ سیکولرازم کے تحت مذہب کا تعلق انسان کی اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں سے بالکل ختم کر دیا گیا۔ سود کے ذریعے یہودی نے پہلے یورپ کو جکڑا تھا، اب وہ چاہتے ہیں کہ پوری انسانیت ہمارے قبضے میں آ جائے۔ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے ادارے اسی لیے وجود میں لائے گئے ہیں۔ یہ فنانشل کلونیل ازم ہے جو اِس وقت دنیا کے اندر اپنی جکڑ بندی کر رہا ہے۔ گلوبلائزیشن جب پورے عروج پر آ جائے گی، اور Trips کا معاہدہ ہو جائے گا تو ملک بے معنی ہو جائیں گے، حکومتوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوگی، اصل میں ملٹی نیشنل کمپنیاں حکومت کر رہی ہوں گی۔ وہ اپنے منیجرز کو جو تنخواہیں دیتی ہیں، سرکاری ملازمت میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ درحقیقت یہود کا وہ سارا نظام ہے جس نے پہلے یورپ کو جکڑا، پھر امریکہ کو اور اب وہ پوری دنیا کو جکڑ دینا چاہتے ہیں۔

(محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب ''بصائر، اخباری کالموں کا مجموعہ'' سے ایک اقتباس)

سرورِ کائنات ﷺ کی عید

مرتب: پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری

اسلام نے مسلمانوں کو جہاں اور بے شمار نعمتوں سے مالا مال کیا ہے، وہاں سال میں دو پُر مسرت تقریبات عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے بھی نوازا ہے۔ دونوں عیدیں رب ذوالجلال کی شان جلال و جمال کی مظہر ہیں۔

عید الفطر، رمضان المبارک میں حاصل ہونے والی روحانی رفعتوں اور ملکوتی عظمتوں کے شکریہ کا بہترین موقع ہے۔ ایک مومن کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوسکتی ہے کہ یہ روز انعام الٰہی حاصل کرنے کا دن ہے۔ اس پر جس قدر خوشی منائی جائے، کم ہے۔

دنیا کی ہر قوم تہوار مناتی ہے، مگر اسلام اور دوسرے ادیان کے تہوار میں ایک بنیادی فرق ہے۔ غیر اسلامی تہواروں میں لہو ولعب، فواحش و منکرات اور سوقیانہ مشاغل کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہاں تقویٰ، طہارت اور روحانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ وہاں تو ہیجان انگیز مناظر ہوتے ہیں اور نفس کی خوشنودی مطمح نظر ہوتی ہے۔

دنیا کی دوسری ملل کے برعکس ملت اسلامیہ کے تہوار محض جسمانی یا مادی خوشیوں پر مبنی نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں کی لطافتوں کا حسین مرقع ہیں۔ مگر آج کل اکثر مسلمان اپنے تہواروں کے آداب سے ناآشنا محض جسمانی لذتوں کے لیے بے تحاشا کھانے، ادھر ادھر گھومنے یا فلم بینی میں وقت صرف کرتے ہیں۔ یہ لوگ عید کی اصل لذتوں سے یکسر محروم رہتے ہیں۔ اس لیے کہ حقیقی مسرتیں تو جسم وروح کے پاکیزہ امتزاج سے ہی حاصل ہوسکتی ہیں۔

ذیل کی سطور میں محسنِ انسانیت حضور اکرم ﷺ کے معمولات عید کا نقشہ پیش کیا جارہا ہے، تاکہ طالبان جادۂ حق اسوۂ حسنہ کے حسین وجمیل خطوط پر گامزن ہوکر عید کی لطیف ترین لذتوں سے شادکام ہوسکیں۔

عید کی تیاری

رات کے پچھلے پہر کا قیام، سوز وگداز اور نماز فجر کی لذت کشی تو سرور عالم ﷺ کا روزمرہ کا معمول تھا، لیکن عید کے روز دن چڑھتے ہی خصوصی تیاریوں کا آغاز فرماتے۔

سب سے پہلے مدینہ پاک کے غریبوں، فقیروں، بیواؤں اور یتیموں پر اپنے جودوکرم کی بارش فرماتے، عید کی خوشیاں بہم پہنچانے کا اہتمام ہوتا، صدقۃ الفطر ادا کرنے کا حکم ہوتا، چنانچہ گھر کے ہر فرد حتیٰ کہ نومولود کی طرف سے بھی ادا کیا جاتا۔ اپنی طرف سے مستحقین کے گھروں میں اشیائے خورنی بھجواتے، باقی اہل مدینہ بھی اپنے آقا ﷺ کی طرح ضرورت مندوں کو تلاش کرتے، تاکہ مدینے کا کوئی گھرانہ عید کی خوشیوں سے محروم نہ رہے۔ جود وعطا مسلمانوں کے لیے عید کی سب سے پہلی لذت ہوتی۔

غسل ولباس

عیدگاہ روانہ ہونے سے پہلے غسل فرماتے، پھر لباس زیب تن ہوتا تھا، ایک خصوصی حلّہ (جبّہ، یمنی پوشاک) مبارک تھا جو جمعہ یا عیدین کے موقع پر جسد اطہر پر مزین ہوتا تھا۔ کبھی سبز رنگ کی دھاری دار چادریں پسند فرماتے اور کبھی ان میں سے ایک چادر سرخ ہوتی، لیکن مکمل سرخ نہیں بلکہ لکیروں والی۔ مکمل سرخ لباس سخت ناپسند تھا۔ ایک مرتبہ ایک صحابی کو سرخ کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو انہیں جلانے کا حکم دیا۔ ہر چند کہ آپ کا جسم اطہر مجسم خوشبو تھا، تاہم شوق سے عمدہ خوشبو استعمال فرماتے، طہارت، پاکیزگی اور پروقار لباس عید کی خوشیوں کا ایک اور اہم ذریعہ تھا۔

طعام

عید الفطر کے موقع پر نماز عید سے پہلے کھجوریں (یا کوئی میٹھی چیز) تناول فرماتے، جو ہمیشہ طاق ہوتیں۔ یعنی تین، پانچ، یا سات البتہ عید الاضحیٰ کے موقع پر نماز عید سے پہلے کچھ نہ کھاتے۔ نماز کے بعد قربانی کا گوشت تناول فرماتے۔ کھانے میں سادگی اور توازن آپؐ کا شعار تھا۔

عیدگاہ کی طرف روانگی

عیدگاہ کی طرف روانگی نہایت پروقار انداز میں ہوتی، پیدل تشریف لے جاتے۔ جاتے ہوئے تکبیر تشریق کا ورد کرتے۔ ایک راستے سے جاتے اور واپسی پر راستہ تبدیل فرماتے۔ عیدگاہ کے گرد چونکہ دیواریں نہ تھیں، اس لیے نماز کے وقت آگے نیزہ گاڑ دیا جاتا جو سترہ کا کام دیتا۔ اللہ کے محبوب ﷺ اپنی نرالی شان وادا کے ساتھ عیدگاہ پہنچتے، جہاں عمدہ لباس پہنے اہل مدینہ کا عظیم اجتماع اپنے آقا ﷺ کی زیارت اور ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کا منتظر ہوتا۔

نماز عید

عیدگاہ پہنچنے کے بعد نماز شروع ہوجاتی۔ نہ اذان ہوتی اور نہ تکبیر۔ یہی معمول تھا اور یہی سنت ہے۔ اپنے رب کے حضور کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کے بعد قراءت سے پہلے تین تکبیروں کا اضافہ فرماتے۔ تکبیروں کے بعد قراءت شروع فرماتے۔ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں کبھی ﴿وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ۝﴾ پڑھتے اور کبھی ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝﴾ تلاوت فرماتے۔ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ یا ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۝﴾ یا کسی اور سورت کی تلاوت فرماتے، اس کے بعد رکوع سے پہلے تین تکبیروں کا اضافہ فرماتے۔

دورانِ نماز آسمانوں پر رب کائنات کی رضامندی کے جو مظاہر ہوتے اور باری تعالیٰ کا فرشتوں کے ساتھ اظہار مباہات ہوتا، حضور ﷺ کو ان کی خبر تھی۔ مسلمان اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے نزول سے شادکام ہوتے۔

خطبہ

نماز کے فوراً بعد خطبہ شروع ہوتا، افصح العرب والعجم مسلمانوں کی صفوں کا رخ کرکے کھڑے ہو جاتے۔ دورانِ خطبہ ہاتھ میں نیزہ یا عصا پکڑے رہتے، کبھی اپنے جاں نثار غلام بلال حبشی (رضی اللہ عنہ) کے سہارے کھڑے ہوتے۔ مشتاقانِ جمال صفوں میں بیٹھے زیارت سے مستفیض ہوتے اور وعظ ونصیحت سے متمتع ہوتے۔ آقا ﷺ کے لب اقدس سے رشد وہدایت کے دھارے بہہ نکلتے، لوگوں کو ان کی بھلائی کی تمام باتیں

سمجھا دیتے۔ قربِ الٰہی کے راستے دکھاتے، دورانِ خطبہ اللہ کی عظمت و بڑائی کا بار بار ذکر ہوتا اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کا ورد زبان پر جاری رہتا۔

عید کے دن اسلام کی شان و شوکت کے مظاہرے ہوتے۔ خصوصی مہموں اور جہاد کے لیے لشکر اسی دن ترتیب دیے جاتے۔ اسلام کی سربلندی کے لیے لوگ مال کے ساتھ ساتھ جان بھی پیش کر دیتے۔ اپنے مقاصد کی سربلندی، تعبد و تشکرِ ذوالجلال عید کی خوشیوں کی حقیقی اساس تھی۔

عیدگاہ سے واپسی

اس پُرعظمت اجتماع کا اختتام آپؐ کی کاشانہ اقدس کی طرف روانگی سے ہوتا۔ واپسی کے لیے دوسرا راستہ منتخب فرماتے، تاکہ دوسری طرف کھڑے ہونے والے آپؐ کی زیارت سے فیض یاب ہوسکیں، آپؐ کی برکات سے متمتع ہوں اور آپؐ کے سلام سے شرف یاب ہوں۔ یہ بھی مقصد تھا کہ عیدگاہ کی طرف آمد اور واپسی میں زیادہ سے زیادہ فاصلہ طے ہو، کیونکہ راہِ حق میں اُٹھنے والے ہر قدم کے عوض درجات بلند ہوتے ہیں۔

تفریحاتِ عید

حضورﷺ کی سب سے بڑی تفریح اپنے رب کے حضور حاضری تھی۔ آپؐ غمگین ہوتے تو اطمینان کے لیے اور خوش ہوتے تو تکمیلِ سرور کے لیے اپنے رب کے حضور کھڑے ہو جاتے۔ عید کے روز نمازِ عید میں اس عظیم مرحلہ کی تکمیل کے بعد شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے، اُمت کو مباح جسمانی تفریحات کی اجازت تھی۔

کاش! ہم اسلام کے دعوے دار اور محمد عربیﷺ کے نام لیوا خوشی اور غم کے مواقع میں اپنے آقاﷺ کے نقشِ قدم پر چلیں۔

اطلاع

مسجد دارالسلام باغِ جناح لاہور میں نمازِ عید حسب سابق امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب پڑھائیں گے۔ نماز کا وقت صبح 6:30 بجے طے کیا گیا ہے۔

قرآن سے محبت، زندگی کا حاصل

مسز عالمگیر

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثال ہے، اسی طرح اس کا کلام بھی بے مثال ہے۔ کلام پاک پر غور و فکر انسانیت کی معراج ہے اور اس کی روشنی میں اپنی شخصیت کی تعمیر و تشکیل بڑی سعادت ہے۔ اس سے ہدایت حاصل کرنا دانشمندی اور اس کی ہدایت پر چلنا کامیابی کی ضمانت ہے۔ چاہے ہم دنیا کے تمام علوم پر مہارت حاصل کرلیں، لیکن اگر ہم نے قرآن حکیم کو سمجھ کر نہیں پڑھا تو ہم علم حقیقی سے محروم رہے۔ علم کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔ یہی ہماری علمی پیاس بجھا سکتا ہے اور اسی کی تعلیمات پر چل کر ہم دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ اگر ہمارے دل میں یہ جذبہ اور لگن پیدا ہو جائے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے کلام پر غور و فکر کرنا ہے تو ہمیں یہ سعادت نصیب ہوسکتی ہے۔ ایک عام مسلمان اور قرآن حکیم کے درمیان حائل دیوار کی ایک بڑی وجہ یہ غلط فہمی ہے کہ قرآن حکیم کا سمجھنا بہت مشکل کام ہے۔ یہ عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ یہ کام صرف علماء ہی کر سکتے ہیں۔ عام آدمی کے لیے بے سوچے سمجھے تلاوت کر لینا کافی ہے۔ مزید چند دینی کتب پڑھ لی جائیں تو حصول علم کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے نوعِ انسانی کے لیے ہدایت و رہنمائی ہے۔ اللہ نے نصیحت حاصل کرنے کے لیے اِسے آسان بنایا ہے۔ اگر ہم اُسے سمجھنے کی سنجیدہ کوشش کریں تو اس سے بنیادی رہنمائی اخذ کرنے میں کوئی مشکل محسوس نہ ہوگی۔ اگر ہم قرآن مجید سے احکام کو سمجھنے کی کوشش کریں تو قرآن مجید کے الفاظ جو ہم پر اثر کرتے ہیں وہ انسانی الفاظ نہیں کر سکتے۔ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لیے عربی زبان کا جاننا از حد ضروری ہے۔ ہمیں اس سے آگاہی کے لیے وقت نکالنا چاہیے۔ پھر یہ کہ دنیا کی مختلف زبانوں خصوصاً اردو میں قرآن حکیم کے تراجم کی کمی نہیں۔ گزشتہ دو سو سالوں میں بہت سے اہل علم نے اپنے اپنے انداز میں بہترین ترجمے کیے ہیں، جو نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ یقیناً ان تراجم کی مدد اور کچھ کوششوں سے بھی قرآنی تعلیمات سے آگاہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ہم بچوں کو دنیاوی علوم پڑھانے کے لیے تو بے دریغ پیسے خرچ کرتے ہیں، مگر ان کی تعلیم قرآن پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔ ہمیں چاہیے کہ بچوں کے لیے قرآنی تعلیم کا انتظام کریں اور بھرپور دینی لگن سے بچوں کو پڑھائیں تاکہ قرآن پاک کی روشنی میں وہ دنیا میں کامیاب ہوں اور آخرت میں بھی سرخرو ہوں۔ یہ اضافی نیکی نہیں، ہم والدین کی دینی ذمہ داری ہے۔

اگر کوئی ایسا کرنے سے محروم رہ گیا کہ نہ خود قرآن حکیم سمجھ کر پڑھا اور نہ اپنے بچوں کو پڑھایا تو اس کی محرومی پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ اور اگر اسے احساس زیاں بھی نہیں تو یہ اور بھی دکھ کی بات ہے۔ قرآن فہمی سے غفلت بہت بڑی کوتاہی ہے۔ اس کا نقصان ایسا ہے جس کی تلافی نہیں ہوسکتی، کیونکہ قرآن پاک سے محبت اور اس کے احکامات پر عمل ہی زندگی کا اصل حاصل ہے۔ ہم مقصد حیات کا شعور صرف اس صورت میں حاصل کر سکتے ہیں جب ہم سچی لگن، قلبی یقین اور محبت الٰہی میں ڈوب کر قرآن حکیم کو سمجھیں، اُس پر عمل کرنے اور اُسے دوسروں تک پہنچانے کے لیے مسلسل جدوجہد کریں اور ہمیشہ اپنے آپ کو قرآن پاک سے جوڑے رکھنے کی کوشش میں مصروف رہیں۔

امیر تنظیم اسلامی کا پیغامِ عیدالفطر رفقاء واحباب کے نام

ساتھیو! مشعلوں کو تیز کرو!!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرانِ اسلام! گزشتہ سے پیوستہ سال عیدالفطر کے موقع پر اپنے پیغام میں میں نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مستقبل کے بارے میں اپنے خدشات اور اندیشوں کا اظہار کیا تھا۔ بدقسمتی سے یہ خدشات نہ صرف درست ثابت ہو رہے ہیں، بلکہ انتہائی خوفناک صورت اختیار کر چکے ہیں۔ دین وشریعت کے ساتھ مسلسل بے وفائی اور عالم کفر کی جانب سے مسلط کردہ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ میں ہمارا صف اول کے اتحادی کا کردار ادا کرنا ہمارے کوہ ہمالیہ جیسے قومی جرائم ہیں، جن کا خمیازہ عذاب الٰہی کی شکل میں اب ہمارے سامنے ہیں۔ غیروں کی سازشوں اور اپنوں کی حماقتوں اور بداعمالیوں کے سبب ہم ایسی گلی میں داخل ہو چکے ہیں جو بند بھی ہے اور مکمل طور پر تاریک بھی۔ اس کے باوجود کہ عالمِ کفر کے سرغنہ امریکہ کے منہ میں یہ جنگ ایک چھچھوندر کی طرح پھنس چکی ہے کہ نہ اُگلی جائے نہ نگلی جائے لیکن پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت جو اپنی ناک سے آگے دیکھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہو چکی ہے، زمینی حقائق اور تاریخ کے سبق سے صرفِ نظر کرتے ہوئے بدستور اِس ڈوبتی کشتی کی سواری پر مُصر ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ہر دوسرے روز اہل پاکستان کے حوالے سے کوئی نہ کوئی ایسا اسکینڈل منصۂ شہود پر آتا ہے کہ ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔ افسوس کہ ہم قومی سطح پر اپنے ان جرائم پر ڈھٹائی کے ساتھ ڈٹے ہوئے ہیں اور توبہ اور رجوع الی اللہ سے عملی طور پر انکاری ہیں۔ چنانچہ نتیجہ ہمارے سامنے ہے، بقول اقبال ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کرلیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اندرونی سطح پر ہمیں بھوک، خوف، لاقانونیت، انتشار، قتل وغارت، لسانی وعلاقائی عصبیتوں، علیحدگی کی تحریکوں اور اداروں کے تصادم کا سامنا ہے تو خارجی سطح پر جس امریکہ کے ہم اتحادی بنے ہوئے ہیں، وہ ہمارے وجود کے درپے ہے۔ اُس کا بحری بیڑہ گوادر کے قریب سمندر میں آن پہنچا ہے۔ پاکستان پر ایٹمی حملے تک کی باتیں ہونے لگی ہیں۔ امریکی ڈرون حملوں سے جہاں آئے روز بے گناہ افراد جاں بحق ہو رہے ہیں، وہاں اس سے ملکی خودمختاری کی بھی دھجیاں اڑ رہی ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق امریکی دباؤ کے سامنے جھک کر اب ہم شمالی وزیرستان میں بھی فوجی آپریشن پر تیار ہو گئے ہیں، جو قومی خودکشی کے مترادف ہوگا۔ امریکہ انڈیا، اسرائیل کی جانب سے بلوچستان میں علیحدگی کی تحریک کو ہوا دینے کے علاوہ اب شمالی علاقوں کو بھی پاکستان سے کاٹ کر الگ ملک بنانے کے ایجنڈے پر کام ہو رہا ہے۔ الغرض جس پہلو سے بھی دیکھا جائے ہم تباہی وبربادی اور خوفناک انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ آج سورۂ روم کی آیت نمبر 41 میں بیان کردہ نقشہ ہمارے سامنے ہے کہ ”خشکی اور تری میں انسانوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد برپا ہو گیا ہے“۔ اس عذاب کو ٹالنے کا اصلی اور حقیقی طریقہ یقیناً یہی ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کریں، گناہوں سے تائب ہو کر حقیقی مومن بنیں اور قرآن کے نظام عدل اجتماعی کو ملک میں رائج کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

رفقاءِ گرامی! عیدالفطر کا دن اصل میں ربّ کائنات کی جناب میں اُس کی دو عظیم نعمتوں پر شکر بجالانے اور باوقار انداز میں خوشی منانے کا دن ہے۔ ایک نعمت وہ جسے خود اللہ ربّ العزت نے اپنی رحمانیت کا سب سے بڑا مظہر قرار دیا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ —— یعنی اللہ کی کتاب قرآن حکیم —— جو سرتاسر ہدایت ہے اور اُس صراطِ مستقیم کی رہنمائی کرنے والا ہے جو ہمارے لئے ابدی وحقیقی کامیابیوں اور حصولِ رضائے رب کی ضامن ہے —— اور دوسری نعمت ماہ رمضان المبارک میں روزے جیسی عظیم عبادت کی توفیق کا ملنا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ہمارا رب اس ماہِ مبارک اور قرآن حکیم کی برکت سے سال کے آئندہ گیارہ مہینوں میں ہمیں ہر اس چیز سے بچنے اور اسے ترک کرنے کی توفیق بخشے جو اسے ناپسند ہے اور جس سے اُس کے حبیب نبی آخر الزماں ﷺ نے ہمیں باز رہنے کا حکم دیا ہے —— اور ہر اس کام اور دینی ذمہ داری کو بحسن وخوبی سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے جو ہمارے رب کو پسند ہے اور جس سے وہ راضی ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی۔

آج کے حالات اُمت مسلمہ کے ہر فرد سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ کا پسندیدہ دینِ اسلام مسلمانوں کے اپنے ملکوں میں مغلوب ہو، اللہ کے احکامات اور رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پامال کی جاتی ہو، شعائر اللہ کا استہزا کیا جا رہا ہو اور مسلمان عملی اعتبار سے اللہ کے دشمنوں اور باغیوں سے دوستی اور تعلق رکھنے کو باعث عز وشرف سمجھیں، اس کے باوجود ہم مسلمان دینی اعتبار سے اپنا قبلہ درست کیے بغیر کسی قدر نماز، روزہ کا اہتمام کر کے یہ خیال کریں کہ اللہ کی رحمت اور نصرت ہمیں حاصل ہوگی؟ کیا یہ خود فریبی نہیں ہے؟ یہ پنج وقتہ نماز اور ماہِ رمضان کے روزے جہاں ایک طرف روحانی ترقی اور تعلق مع اللہ کا مؤثر ذریعہ ہیں، وہاں یہ ہمیں اپنے رب کی کبریائی قائم کرنے کے لیے قوت اور توانائی بخشنے کا ذریعہ بھی ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے شدید بیزاری کا اظہار فرمایا ہے جو کتاب وشریعت کے ایک حصہ کو مانتے ہیں اور دوسرے احکام کا اپنے عمل سے انکار کرتے ہیں۔ ان حالات میں رفقاءِ تنظیم واحباب کے لیے میرا خصوصی پیغام ہے کہ ؏ ساتھیو! مشعلوں کو تیز کرو!! ہمیں اپنی تمام دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی پر ہمت کے ساتھ کمر بستہ ہونا ہوگا!

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ ہمیں اپنے اصل نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول کے لئے غلبہ واقامتِ دین کی جدوجہد سمیت اپنی تمام دینی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) —— اے ہمارے پروردگار! اس ہلالِ عید کو ہمارے لئے اور پوری اُمت مسلمہ کے لئے امن وامان اور سلامتی واسلام کا چاند بنا کر طلوع فرما اور اسے ہمارے لئے رشد وہدایت کا موجب بنا دے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

احقر عاکف سعید عفی عنہ

جشنِ آزادی یا یومِ تجدیدِ عہد؟

انجینئر عبدالغفار

14 اگست 2012ء کو ایک بار پھر ہم پاکستان کا چھیاسٹھواں جشنِ آزادی روایتی جوش و خروش کے ساتھ منا رہے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ہم نے آزادی کے دن کو تو یاد رکھا اور اُس کو منانا بھی یاد رکھا، لیکن اُس دن کے ساتھ جڑی ہوئی اور بہت سی باتیں ہم بھلا بیٹھے۔ ہمیں یاد نہیں رہا کہ ہم نے یہ ملک حاصل کرنے کے لیے ہر گلی اور ہر قریہ میں آواز لگائی، ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ۔'' ہم نے خانقاہوں میں بیٹھ کر، منبروں پر کھڑے ہو کر اور مسجدوں میں سربسجود ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارا اور یہ التجا کی تھی کہ اے باری تعالیٰ! اگر تو ہم کو ایک آزاد ملک عطا فرما دے تو ہم اُس میں تیرے دین کا نظام نافذ کریں گے، اور دُنیا کو دکھائیں گے، یہ ہے قرآن و سنت کا عملی نظام۔ لیکن آج پینسٹھ سال گزر جانے کے باوجود ہم اپنا عہد پورا کرنے میں ناکام و نامراد ہیں۔ بلکہ ہم میں سے اکثر کو تو آج یہ بھی یاد نہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے کیا وعدہ کیا تھا۔ ہم جشنِ آزادی ایک رسم کے طور پر مناتے ہیں۔ کبھی ہوتا تھا کہ ہم آزادی کے دن کم از کم تجدیدِ عہد تو کر ہی لیا کرتے تھے لیکن اب کون سی تجدید اور کہاں کا عہد؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم تم کو زمین میں اقتدار دیں گے اور پھر دیکھیں گے تم کیا کرتے ہو۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے ملک مانگا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزاد اور خود مختار وطن عطا کر دیا۔ اگر ہم اُس وقت کے مسلمانوں کی حالت اور اُس زمانے کے حالات کا تجزیہ کریں تو پاکستان کا بن جانا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر یہ ملک ہمیں عطا کیا، تاکہ وہ دیکھے کہ ہم کہاں تک اپنا عہد پورا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت کا ایک اور شاہکار ملاحظہ فرمائیں۔ آج سے تقریباً چودہ سو چھیالیس سال پہلے لیلۃ القدر کو اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری کلام قرآن پاک نازل کیا، اور آج سے پینسٹھ سال پہلے رمضان کی ستائیسویں شب میں، جس کے بارے میں گمان غالب ہے کہ یہ لیلۃ القدر ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیارا ملک پاکستان عطا کیا۔ یہ اس بات کی طرف خدائی اشارہ تھا کہ تمہیں اس ملک کو قرآن کے نظام کا گہوارہ بنانا اور اِس کے وجود کو اسلامی نظام کی برکتوں سے پائیدار بنانا ہے۔ ہم اس حکمت کو نہ سمجھ سکے۔ ہم نے اس مقدس رشتے کو برقرار نہ رکھا۔ نتیجتاً پاکستان اپنی پہلی ربع صدی کے اندر اپنے وجود کا آدھا حصہ گنوا بیٹھا۔ اگر عمیق نگاہی سے جائزہ لیا جائے تو اس معاملے کے تینوں فریق ممالک آج کل مشکلات کا شکار ہیں۔ بنگلہ دیش اور پاکستان دونوں عہدِ آزادی میں براہِ راست شامل تھے اور ہندوستان اللہ تعالیٰ کی اس معجزانہ تخلیق کو نابود کرنے کے چکر میں ہے۔ یہ تینوں ممالک اس وقت ایک عظیم آبی بحران کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ تینوں ممالک کے زیرِ زمین پانی کے ذخائر تیزی سے کم ہو رہے ہیں اور بہت جلد یہ ممالک پانی کے قحط کا شکار ہونے والے ہیں۔ توقع کی جا رہی ہے کہ ان ممالک میں آئندہ جنگ پانی کے مسئلے پر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچنا شروع کر دی ہے اور ہمیں احساس تک نہیں ہو رہا۔ ہمارے اربابِ اختیار میں شاید ایک بھی ایسا نہیں جس کو آنے والے وقت کا اندازہ ہو۔ حیرت ہے کہ ہمارے علماء اور دانشور بھی آنے والے وقت سے مکمل طور پر لاعلم دکھائی دیتے ہیں۔ ہاں ایسے میں ڈاکٹر اسرار احمد کی تنظیم اور شاگرد کبھی کبھی توبہ کی منادی کی دہائی دیتے نظر آتے ہیں۔

توبہ کے معنی ہیں پلٹ آنا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم آج ہی توبہ کریں اور فوراً اپنے عہد کی طرف پلٹ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت عظیمہ قرآن حکیم کے نظام سے پاکستان کا رشتہ استوار کریں۔ یقین کریں کہ پاکستان کے وجود کا انحصار قرآنی نظام کے قیام سے وابستہ ہے۔ اگر یہاں اسلام کا نظامِ عدل نہیں آتا تو خاکم بدہن یہ ملک ایک نہ ایک دن ختم ہو کر رہے گا۔ دوسروں کے غلام اور دستِ نگر تو ہم کب کے ہو چکے۔ اب تو ہمارا وجود خطرے میں ہے۔

بڑی خوشی ہوتی ہے جب ہم سنتے ہیں کہ پاکستان ہمیشہ رہنے کے لیے وجود میں آیا ہے۔ یقیناً ایسا ہوگا لیکن اس کے ساتھ کچھ ''اگر'' بھی لگے ہوئے ہیں۔ ہمیں اُن کا خیال رکھنا ہوگا۔ سب سے پہلا ''اگر'' جو ہمارے سامنے کھڑا ہے، وہ ہمارا بحیثیتِ قوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ انسان کے انفرادی گناہوں کی سزا اُسے قیامت کے دن ملے گی لیکن اجتماعی اور قومی گناہوں کی سزا اِسی دنیا میں مل کر رہتی ہے۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف!

ہاں توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہے۔ قومِ یونس علیہ السلام کے سر پر پہنچا ہوا عذاب اجتماعی توبہ کے نتیجے میں ٹل گیا تھا۔ اگر ہم بھی بحیثیت قوم واپس پلٹ جائیں تو ہمارے سر پر منڈلانے والے عذاب بھی ان شاءاللہ ٹل جائیں گے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنا جشن آزادی 27 رمضان کو اور تجدید عہد کے طور پر منائیں جیسا کہ ملی یکجہتی کونسل نے طے کیا ہے۔ جب ہم روزے کی حالت میں جشن آزادی منائیں گے تو ہمارے اندر پاکستان اور قرآن کے لازم و ملزوم ہونے کا احساس ابھرے گا۔ جیسے ہی ہم رمضان میں جشن آزادی منانے کی شروعات کریں گے، ہمارے لیے مراجعت کی راہ آسان ہو جائے گی، اور اگر نصرت دین کا جذبہ ہو تو ایک دن ہم یا ہماری آنے والی نسلیں اللہ تعالیٰ کے دین کو عملی طور پر نافذ کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گی۔ ان شاءاللہ

> پاکستان کے وجود کا انحصار قرآنی نظام کے قیام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر یہاں قرآن کا نظام نہیں آتا تو خاکم بدہن یہ ملک ایک نہ ایک دن ختم ہو کر رہے گا۔ دوسروں کے غلام اور دستِ نگر تو ہم کب کے ہو چکے۔ اب تو ہمارا وجود خطرے میں ہے

عید الفطر: احکام و فضائل

حافظ محمد زاہد

"عید" کا لفظ عود سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں بار بار آنا، اور "فطر" افطار سے مشتق ہے۔ یہ روز سعید مسلمانوں کے لیے مسرت اور شادمانی کا پیغام لاتا ہے۔ یہ وہ دن ہے جس کو "رحمت کا دن" کہا گیا ہے کہ اس دن روزہ داروں کے لیے ہر طرف خوشی کا سماں ہوتا ہے۔

اسلام میں سب سے پہلے عید کی نماز ہجرت کے پہلے سال ادا کی گئی۔ عید کی مشروعیت کے حوالے سے ایک حدیث ملاحظہ کریں: "حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اُس وقت اہل مدینہ کے لیے دو دن کھیل کود کے مقرر تھے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اِن دنوں سے بہتر دو دن تمہیں عطا کر دیے: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔" (ابوداؤد)

عید الفطر کی رات کی فضیلت

رمضان کے اختتام پر آنے والی یہ رات خصوصی برکتوں اور سعادتوں کی حامل ہے۔ یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ اس بابرکت رات کو شاپنگ کی نذر کر دیتے ہیں اور یوں اس کی فیوض و برکات سے محروم رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو وہ رات ہے جس میں ماہِ صیام میں ہمہ وقت عبادات کرنے والوں کو اجر و ثواب ملتا ہے اور اس دن مزدور کو اس کی مزدوری دی جاتی ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس رات کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت کو رمضان المبارک میں پانچ ایسی خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو اس سے قبل کسی اُمت کو عطا نہیں کی گئیں...... (ان میں سے پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ) آخری رات میں (روزہ داروں) کو بخش دیا جاتا ہے"۔ ایک صحابیؓ نے کہا: یا رسول اللہ کیا وہ رات لیلۃ القدر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "نہیں، بلکہ جب مزدور اپنے کام سے فارغ ہوتا ہے تو اسے پورا اجر دے دیا جاتا ہے۔" (مسند احمد) اس آخری رات سے مراد عید الفطر کی رات ہے اس لیے کہ اس رات روزہ کا عمل ختم ہوتا ہے اور اسی رات روزے داروں کو ان کے اعمال کا اجر و ثواب مل جاتا ہے۔

عید الفطر کے دن کی فضیلت

عید الفطر کی رات کی طرح اس کے دن کی بھی بہت فضیلت ہے اور یہ دن دعاؤں کی قبولیت کا دن ہے۔ حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے ملائکہ کے سامنے فخر کرتا ہے اور انہیں مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! اس اجیر (مزدور) کی جزا کیا ہے جس نے اپنے ذمے کا کام پورا کر دیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! اس کی جزا یہ ہے کہ اس کی مزدوری اسے پوری پوری دے دی جائے۔ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ اے میرے ملائکہ! میرے ان بندوں نے اپنا وہ فرض ادا کر دیا جو میں نے ان پر عائد کیا تھا۔ پھر اب یہ گھروں سے (عید کی نماز ادا کرنے اور) مجھ سے گڑگڑا کر مانگنے کے لیے نکلے ہیں، قسم ہے میری عزت اور میرے جلال کی، میرے کرم اور میری بلند شان کی، اور میری بلند مقامی کی، میں ان کی دعائیں ضرور قبول کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: جاؤ میں نے تمہیں معاف کر دیا اور تمہاری برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "پھر وہ (عید گاہ سے) اس حالت میں پلٹتے ہیں کہ انہیں معاف کر دیا جاتا ہے۔" (سنن بیہقی)

عید الفطر کے دن کے اعمال

عید الفطر کے دن صدقۃ الفطر کی ادائیگی اور نماز عید کے واجب اعمال کے ساتھ ساتھ اس دن کرنے کے بہت سے مسنون / مستحب اعمال ہیں جن کو احادیث کی روشنی میں ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

① حجامت (بالوں کی کٹنگ) کروانا
② ناخن کاٹنا
③ مسواک کرنا
④ غسل کرنا
⑤ نئے یا کم از کم صاف کپڑے پہننا
⑥ خوشبو لگانا
⑦ عید گاہ جانے سے پہلے طاق کھجوریں یا میٹھی چیز کھانا
⑧ عید گاہ کی طرف جلدی جانا
⑨ عید گاہ کی طرف پیدل جانا
⑩ راستے میں تکبیر کا ورد کرنا
⑪ ایک دوسرے کو مبارک دینا
⑫ راستہ بدل کے واپس آنا

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کا طریقہ

امام لوگوں کو دو رکعت اس طرح پڑھائے کہ پہلے تکبیر تحریمہ کہے، پھر ثنا پڑھے، پھر تین زائد تکبیریں کہے جن میں سے پہلی دو پر ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر چھوڑ دے اور تیسری دفعہ ہاتھ باندھ لے۔ پھر سورۃ الفاتحہ اور کوئی سورت پڑھے اور رکوع اور سجدہ کر کے دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔ دوسری رکعت میں پہلے سورۃ الفاتحہ اور کوئی سورت پڑھے، پھر تین زائد تکبیریں کہے جن میں سے ہر تکبیر پر ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر چھوڑ دے اور چوتھی تکبیر (جو دراصل رکوع کی تکبیر ہے) پر رکوع میں چلا جائے۔ پھر باقی نماز عام نمازوں کی طرح پوری کرے۔ نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے، اس کے بعد دعا کرائے۔

عید کی نماز کے بارے میں چند مسائل

① نیت ارادے کا نام ہے۔ یہ ارادہ دل میں کر لینا کافی ہے، تاہم اگر الفاظ میں ادا کرنا ہو تو نماز کی نیت اِن الفاظ میں کرے: میں نیت کرتا ہو دو رکعت عید الفطر (یا عید الاضحیٰ) واجب مع چھ زائد تکبیرات کے، پیچھے اس امام کے۔

② اگر کوئی شخص زائد تکبیرات کے بعد نماز میں شامل ہو تو اُسے چاہیے کہ تکبیر اولیٰ کے بعد تین تکبیرات کہے اور امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اگر امام رکوع میں ہو تب بھی جلدی سے تکبیرات کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔ اور اگر اس کی تکبیرات رہ جائیں اور وہ رکوع میں شامل ہو جائے تو امام کی پیروی کرے اور تکبیرات کو چھوڑ دے۔

③ اگر کوئی شخص دوسری رکعت میں نماز میں شامل ہوا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اُس رکعت کو پڑھے مگر پہلے سورۃ الفاتحہ اور تلاوت کرے اور بعد میں تین تکبیرات کہے۔

④ اگر کوئی شخص عید کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکا تو اب اس نماز کو الگ نہیں پڑھ سکتا اور نہ اس کی کوئی قضا یا کفارہ ہے، البتہ اس شخص کو استغفار کرنا چاہیے۔

✿✿✿

اعتدال کے ثمرات

راحیل گوہر

اعتدال انسانی رویوں اور معاملات میں توازن، میانہ روی اور افراط وتفریط سے بچنے کا نام ہے۔ اسلام دین فطرت ہے، اس لئے وہ معتدل اور متوازن زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں امت مسلمہ کو امت وسط، (یعنی درمیان اُمت) کہا گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا﴾ یعنی ''بہترین کام وہی ہے جس میں اعتدال ہو''۔ حتیٰ کہ جو کام انسانی معاشرے میں پسندیدہ اور لائق تحسین سمجھے جاتے ہیں، ان میں بھی اعتدال کی روش اپنانے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ مثلاً حاجت مندوں کی مدد کرنا، غریبوں کی دادرسی کرنا، یتیموں، بیواؤں کی اشک شوئی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ کر رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔'' (الاسراء:29) مطلب یہ کہ اپنا کُل مال ومتاع دوسروں پر نہ لٹا دو کہ خود محتاجی کی حالت کو پہنچ جاؤ اور اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے لئے دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے پر مجبور ہو جاؤ اور اس طرح تمہاری عزت نفس مجروح ہونے لگے۔ رسول کریم ﷺ نے ایک اور بہت خوبصورت بات فرمائی! ''نیک طور طریق، نیک انداز اور میانہ روی نبوت کے پچیس اجزاء میں ایک جزو ہے۔'' (ابوداؤد، کتاب الادب، باب الوقار)

ہمارا دین تو عبادت کے معاملے بھی متوازن طریقہ اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''اور نہ نماز بلند آواز سے پڑھو اور نہ آہستہ، بلکہ بیچ کا راستہ اختیار کرو۔'' (الاسراء:110)

خوشی اور غمی ہر انسان کی زندگی کا ایک لازمی حصہ ہے۔ ان مواقع پر بھی اسلام نے انسان کو بے لگام نہیں چھوڑا ہے۔ حدیث مبارکہ میں کھانے پینے کے آداب بہت تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ یہ چیز ہر شخص کے مشاہدے میں آتی رہتی ہے کہ شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے موقعوں پر خورد ونوش کی اشیاء کی کیسی بربادی ہوتی ہے۔ سوسائٹی میں شرفاء کہلانے والوں کا بھی حال یہ ہے کہ کھانا کھلتے ہی اس طرح جھپٹتے ہیں، گویا اپنی زندگی کا آخری کھانا کھا رہے ہوں۔ پھر پلیٹوں میں اتنا کھا بھر لیتے ہیں کہ اس کو ختم کرنا محال ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بچا ہوا کھانا میز پر ہی چھوڑ کر خاموشی سے کھسک لیتے ہیں۔ کچھ یہی حال کولڈ ڈرنکس اور دیگر مشروبات کا بھی ہوتا ہے۔ بچوں کو دو دو، تین تین بوتلیں کھول کر پکڑا دی جاتی ہیں، جنہیں وہ آدھا پونا پی کر رکھ دیتے ہیں اور یہ سب خوشی کے موقعوں پر ہی نہیں، غمی کے وقت بھی ہوتا ہے۔ غمی اور سوگ کے وقت بھی دیگیں پکتی ہیں اور لوگ ڈٹ کر کھاتے ہیں، بلکہ صاف اور اچھی بوٹیوں کی فرمائشیں بھی چلتی رہتی ہیں۔ پھر بچا کھچا کھانا یا تو کچرا کنڈی کی نذر ہو جاتا ہے یا اس سے کتے بلیوں کی تواضع ہوتی ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ جس ملک میں عوام کثیر تعداد میں خط غربت کے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہوں، بیشتر افراد کا معاملہ یہ ہو کہ انہیں دو وقت کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نصیب نہ ہوتی ہو، ہوشربا گرانی میں جہاں لوگ پیٹ بھرنے کی خاطر اپنے بچے فروخت کرنے پر آمادہ ہوں وہاں خوشی اور غم کے مواقع پر رزق کا اس طرح زیاں ہو رہا ہے۔ یہ بے حسی اور غفلت کی علامت بھی ہے اور اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف بھی۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو ضائع کرنا اس کی انتہائی ناشکری کا ثبوت ہے۔ اس طرح کے کام کرنے والوں کو اللہ کی اس تنبیہ کو یاد رکھنا چاہیے: ''ایک روز تم سے ہر نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔'' (التکاثر:8)

اللہ تعالیٰ نے دنیاوی مصلحت کے تحت اگر کچھ لوگوں کو دولت فراوانی سے عطا کی ہے تو ان کو اس کو خرچ کرتے ہوئے اسراف وتبذیر سے گریز کرنا چاہیے۔ وہ پانچ سوال جن کے صحیح جواب دیئے بغیر قیامت کے دن کسی انسان کے قدم ہل نہ سکیں گے ان میں دو سوال یہ بھی ہوں گے کہ ''مال کہاں سے کمایا اور کہاں اور کس طرح خرچ کیا؟۔'' ویسے بھی فضول خرچی کرنے والوں کو حدیث پاک میں شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔

قرآن وحدیث کے عمیق مطالعہ اور ان پر تدبر کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے فکر وعمل میں اعتدال اور توازن پیدا ہو جاتا ہے اور کئی قسم کی گمراہیوں اور مشکلات سے اس کا ذہن صاف ہو جاتا ہے۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے، اس لئے اس کے بیان کئے ہوئے تمام اصول وضوابط اس کے فطری تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔ اس کائنات کا خالق وصانع بخوبی جانتا ہے کہ انسانوں کے سود وزیاں کے اسرار کیا ہیں؟ چنانچہ رب کائنات نے انسانی زندگی کے لیے ہر ضابطہ اور قانون قطعی اعتدال اور بہترین انداز پر استوار کیا ہے۔ دوسری جانب انسان کو محدود علم عطا کیا گیا ہے۔ اس لئے انسان کے مرتب کئے ہوئے اصول وقوانین اس کی بشری کمزرویوں اور علم ناقص کی بنا پر عموماً نفع بخش ثابت نہیں ہوتے اور ان میں افراط وتفریط کا عنصر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعتدال سے ہٹی ہوئی اس روش سے انسانی زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہوا اور ہو رہا ہے۔

بنی نوع انسان کے اجتماعی زندگی کے سیاسی، معاشی اور سماجی پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تو ہر ایک گوشے میں غیر متوازن اور غیر متعدل رویے سامنے آتے ہیں۔ اگر سیاسی اعتبار سے دیکھا جائے تو ظلم اور استبداد کا ایک طویل دور نظر آتا ہے۔ وہ دور خواہ بادشاہت کا ہو، آمریت کا ہو یا نام نہاد جمہوریت کا۔ جمہوریت کے بارے میں ایک مفکر کا قول ہے کہ ''جمہوریت بدترین طرز حکومت ہے۔'' انسان کہیں فرد واحد کے جور وستم کا شکار ہے تو کہیں اجتماعیت اس کے لئے سوہان روح بنی ہوئی ہے۔ معاشی نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے تو آجر اور اجیر کے مابین رسہ کشی جاری ہے۔ انسان کا ہر سطح پر معاشی استحصال ہو رہا ہے۔ معاشی جبر کبھی اس انتہا کو بھی جا پہنچتا ہے کہ فرد یا افراد کے لئے

قوت لا یموت کا حصول بھی ممکن نہیں رہتا، جس کا منطقی نتیجہ خودکشی، خودسوزی اور انسانی خرید وفروخت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ وطن عزیز میں اس ہولناک صورتحال کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ ایک طرف ہمارے بے حمیت اور بے حس حکمرانوں کی عیاشیاں اور شاہ خرچیاں ہیں تو دوسری جانب عام آدمی غریب سے غریب تر ہو رہا ہے اور اپنے زیرِ کفالت افراد کے لئے نان شبینہ کو ترس رہا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا تھا۔ ’’جس معاشرے میں تقسیم دولت کا نظام غیر منصفانہ ہوگا، وہاں ایک جانب دولت کے انبار لگیں گے، عیاشیاں ہوں گی، بدمعاشیاں اور خرمستیاں ہوں گی اور دوسری طرف فقر واحتیاج کا دور دورہ ہوگا اور انسانوں کی عظیم اکثریت بار برداری کے حیوانات کی مانند زندگی گزارنے پر مجبور ہوگی۔‘‘

معاشرتی تناظر میں دیکھا جائے تو سماجی قوانین اور رسوم ورواج کی بیڑیوں سے انسانی بدن گھائل ہیں۔ کہیں انسان قدیم اور فرسودہ خاندانی روایات کا اسیر ہے تو کہیں پنچایت اور جرگوں کے خودساختہ ظالمانہ قوانین کے زیر اثر غیرت کے نام پر قتل وغارت کا شکار ہے اور یہاں بھی امیر اور غریب میں امتیاز برتا جاتا ہے۔ خودساختہ جیلوں اور عقوبت خانوں میں مجبور، بے بس اور بے سہارا انسانوں کو پابند سلاسل کیا ہوا ہے۔ اس کے برخلاف دوسری جانب روشن خیالی ومغربی معاشرے کی اندھی تقلید نے حیا اور غیرت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ مغربی تہذیب سے مرعوبیت نے سیاسی زندگی میں دین اور سیاست کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ مغربی تہذیب کا فلسفہ یہ ہے کہ مذہب انسان کا ذاتی معاملہ ہے جبکہ اجتماعی امور میں خدا کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ نتیجہ وہی ظاہر ہوا جو اقبال کے فکر ونظر میں سما چکا تھا۔ ؎

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اس پوری بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ اعتدال سے ہٹ کر افراط وتفریط کی زندگی گزارنا دراصل قرآن وسنت کی روشن، بصیرت افروز اور پاکیزہ تعلیمات سے غفلت اور لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کے ذریعے سے ایک پورا ضابطۂ حیات انسان کے سامنے رکھ دیا ہے اور ساتھ ہی اس بات سے بھی آگاہ کر دیا ہے کہ ’’جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی، ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔‘‘ (البقرہ: 38) چنانچہ اس ہدات کی روشنی میں سیاسی طرز زندگی کا مطالعہ کریں تو ایک ایسا درمیانی راستہ نظر آتا ہے، جس میں اقتدار کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور اللہ کے بندے حاصل اختیارات کو اللہ کی مرضی اور اُس کے دین وشریعت کے مطابق استعمال کرنے کے پابند ہیں۔ نظر کے زاویوں کو معاشی و اقتصادی میدان پر مرتکز کیا جائے تو یہاں بھی اسلام ایک محدود ملکیت کا تصور دیتا ہے کہ ملکیت کا کلی اختیار تو اللہ ہی کو حاصل ہے۔ البتہ انسان کو دنیوی زندگی میں ایک معین وقت کے لئے حق تصرف عطا کیا گیا ہے۔ وہ ایک مقررہ وقت تک اس کائنات کی نعمت سے بہرہ ور ہو سکتا ہے، لیکن اختیار مطلق کا حقدار نہیں۔ معاشرتی اور سماجی کینوس پر انسان کے لئے حقوق وفرائض کا انتہائی منصفانہ، عادلانہ اور معتدل نظام اپنی پوری برکات کے ساتھ موجود ہے۔ قرآن حکیم کے مطالعہ سے یہ عجیب بات سامنے آتی ہے کہ قرآن کی تعلیمات میں سب سے زیادہ زور انسان کی معاشرتی اور اخلاقی زندگی پر دیا گیا۔

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اور اس کا عظیم مقصد بھی یہی ہے کہ تمام انسانوں کے مابین زندگی کے ہر معاملے میں اعتدال وتوازن برقرار ہے۔ جس کی وجہ سے افراد کی زندگیوں میں وہ ثمرات ظہور پذیر ہوں، جس سے پورا معاشرہ امن وسکون، رحمت ورأفت اور اطمینان وراحت کا گہوارہ بن جائے۔ بقول اقبال ؎

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کی

شاندار پیشکش!

بانی تنظیم اسلامی وانجمن خدام القرآن

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بیانات پر مشتمل

4 اور 8 GB کے میموری کارڈز

4GB میموری کارڈ — قیمت 500 روپے

بیان القرآن، دورۂ ابوظہبی، منتخب نصاب، خطباتِ رمضان، تلاوت مشاری راشد

8GB میموری کارڈ — قیمت 700 روپے

بیان القرآن، دورۂ ابوظہبی، منتخب نصاب (تفصیلی) دین کے تقاضے، خطباتِ ہند، منہج انقلاب نبویؐ، خطباتِ خلافت، حقیقت واقسام شرک، فتنۂ دجال، اسلام اور خواتین، خطباتِ رمضان، سائنس اور کلیسا کا تصادم، نجات کی راہ، اور مشاری راشد کی تلاوت

ملنے کا پتہ:

قرآن اکیڈمی خیابانِ راحت، درخشاں، اسٹریٹ 34، فیز 6، ڈیفنس، کراچی
فون: 24-35340022(021)

گھر بیٹھے آن لائن خریداری کے لیے

store.quranacademy.com (یہ پیشکش صرف کراچی کے لیے ہے)

اسلام: والدین کے حقوق کا ضامن

مولانا محمد کمال الدین مصباحی

حقوق کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں۔ حقوق اللہ، حقوق النفس اور حقوق العباد۔ حقوق اللہ میں نماز، روزہ، زکوۃ، حج کے علاوہ زندگی کے جملہ شعبوں میں اللہ کی فرماں برداری کا پورا باب شامل ہوتا ہے۔ حقوق النفس میں خود اپنے جسم کی ظاہری نگہداشت اور حفاظت سے لے کر تہذیب نفس اور درستی اخلاق کا شمار ہوتا ہے۔ حقوق العباد میں سب سے پہلا حق رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ پھر آپؐ کے بعد نسبی اور خونی رشتہ کا درجہ آتا ہے، جس میں ماں باپ، بیٹے، بیٹیاں اور دیگر اعزہ و اقارب کے حقوق کا درجہ ہے۔

دور حاضر میں جب آپ مسلم معاشرہ کا تجزیاتی مطالعہ کریں گے تو یہ بات آپ پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ بہت کم افراد ایسے ہیں جو والدین کے حقوق کا خاطر خواہ خیال رکھتے ہوں۔ والدین کے حقوق کا خیال رکھنا تو درکنار بلکہ بعض لوگوں کو یہ امر باعث ننگ و عار محسوس ہوتا ہے۔ حالانکہ شرعی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اللہ رب العزت اور اس کے محبوب سید عالم ﷺ کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ ادب و احترام اور حسن سلوک کے حق دار والدین ہی ہیں۔

قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کے ساتھ ساتھ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور خوش معاملگی کا درس دیا ہے اور اپنی اطاعت و شکر گزاری کے ساتھ ساتھ والدین کی اطاعت شعاری و شکر گزاری کا ذکر کیا ہے۔ سورۃ النساء میں ہے:

(ترجمہ) ''اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام کے ساتھ احسان کرو۔ بے شک اللہ تکبر کرنے والے، بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔'' (آیت:36)

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

(ترجمہ) ''اور (یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو تو چند شخصوں کے سوا تم سب (اس عہد سے) منہ پھیر بیٹھے۔'' (آیت:83)

سورۂ لقمان میں والدین کی شکر گزاری کی تاکید اس طرح فرمائی:

(ترجمہ) ''اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔ اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزور جھیلتے ہوئے، اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے، یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ آخر مجھی تک آنا ہے۔'' (آیت:14)

سورۃ العنکبوت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ان الفاظ میں کی گئی ہے:

(ترجمہ) ''اور ہم نے آدمی کو تاکید کی اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔ میری ہی طرف تمہارا پھرنا ہے۔ تو میں بتا دوں گا تمہیں جو تم کرتے تھے۔''
(آیت:8)

ان آیات کریمہ میں اللہ نے اولاد کو حکم دیا ہے کہ پورے ادب و احترام کے ساتھ ماں باپ کی فرماں برداری، احسان شناسی اور شکر گزاری کرے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں والدین کا کیا رتبہ اور مقام ہے۔ بلکہ حد تو یہ ہے کہ اگر والدین کی کسی تکلیف دہ بات سے اولاد کو ٹھیس پہنچ جائے تو ان سے ''اُف'' تک کہنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے۔ چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

(ترجمہ) ''اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے بات ادب کے ساتھ کرنا۔ اور عجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔''
(آیات:23،24)

ماں باپ کی عظمت اور ان کی فضیلت کے سلسلے میں بہت سی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں، جن میں والدین کے اطاعت شعار وفادار اولاد کے لیے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ حضرت ابوعمامہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''وہی تو تمہاری جنت اور جہنم ہیں۔ (یعنی ان کی فرمانبرداری کی صورت میں تجھے جنت ملے گی اور نافرمانی کی صورت میں جہنم)۔'' (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے ماں باپ کا اطاعت شعار اور خدمت گزار کوئی بھی فرزند جب ان کی طرف رحمت و محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ہر نگاہ کے بدلے ایک حج مبرور کا ثواب عطا فرماتا ہے۔'' صحابہ کرامؓ نے اس حیرت انگیز بشارت پر متعجب ہو کر پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ وہ ہر روز سو بار دیکھے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں اگرچہ روزانہ سو بار دیکھے۔ اللہ تعالیٰ بڑا پاک اور بہت بڑا ہے۔''
(مشکوٰۃ، بیہقی)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''باپ بہشت کے بہترین دروازوں میں سے ہے۔ اب تو چاہے تو اس کی حفاظت کر اور چاہے تو اسے کھو دے۔'' (ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔'' (رواہ الترمذی)

سرور کونین ﷺ نے جہاں ماں باپ کی فرمانبردار اولاد کے لیے جنت کی بشارت اور خوشخبری دی ہے، وہاں والدین کی نافرمان، ایذا رساں ناخلف اولاد کو دنیا و آخرت میں دردناک عذاب کی بھی خبر دے دی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمام گناہوں میں اللہ تعالیٰ جسے چاہے بخش دیتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی وایذا رسانی کو نہیں بخشتا۔ وہ اس نافرمان کو زندگی ہی میں سزا دے دیتا ہے۔'' (بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک دفعہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مجمع عام میں ارشاد فرمایا: ''اس کی ناک مٹی میں ملے، وہ ذلیل ہو، وہ ذلیل ہو۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ ذلیل و خوار انسان کون ہے؟ تو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص جس نے ماں باپ دونوں یا ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور جنت میں داخل نہ ہوا۔'' (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں دریافت کیا گیا (کہ وہ کون کون سے گناہ ہیں؟) تو آپؐ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی وایذا رسانی، کسی بندے کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔'' (صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کا حق ادا کرنے میں خدائے قہار کا نافرمان ہے، تو اس کے لیے صبح ہی جہنم کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہی زندہ ہے تو جہنم کا ایک ہی دروازہ کھلتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگرچہ ماں باپ بیٹے پر ظلم کرتے ہوں؟ تو آپؐ نے فرمایا: ''اگرچہ وہ ظلم کرتے ہوں، اگرچہ وہ ظلم کرتے ہوں، اگرچہ وہ ظلم کرتے ہوں۔'' (الادب المفرد)

بات یہیں تک محدود نہیں، بلکہ والدین کی نافرمان اولاد کی زندگی کا خاتمہ بھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ والدین کی نافرمان اولاد کو دنیا میں مرتے وقت جو سب سے بڑی سزا ملے گی وہ یہ ہے کہ اُس وقت کلمہ پڑھنا نصیب نہ ہوگا۔

آج کے دور میں عموماً مسلمانوں کی یہ حالت بن چکی ہے کہ والدین کی نافرمانی میں ذرا برابر بھی برائی محسوس نہیں کرتے۔ بیوی اگر اپنے آرام و آسائش میں کچھ کمی دیکھ کر ساس کو گھر سے باہر نکالنے کو کہے تو اُس کی رضا کی خاطر اس نازیبا حرکت کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ والدین ہی بیوی کی راہ کا کانٹا تصور کیے جاتے ہیں، اور اس کانٹے کو بیوی کی راہ سے صاف کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کی جاتی ہے۔ آج کیا انسان اس بات کو بھول چکا ہے کہ اُسے اس منزل تک پہنچانے کے لیے والدین نے کن کن دشوار گزار منازل کا سفر طے کیا ہے، کتنی اذیتوں اور مصیبتوں کے سمندر میں بل کھاتے ہوئے اس کی پرورش کی ہے اور اُسے اس مقام تک پہنچایا ہے۔ اگر انسان صرف اپنی پرورش کے ادوار و مراحل ہی کا منصفانہ طور پر جائزہ لے تو اُس کے درس عبرت کے لیے یہی کافی ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہم سب کو اپنے والدین کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے اور ان کی نافرمانی کے وبال سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

☆☆☆

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ

فرقان دانش

ابتدائی حالات

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ کے والد کا نام عباس بن عبدالمطلب تھا اور والدہ کا نام اُم الفضل لبابہ بنت حارث تھا جو اُم المومنین حضرت میمونہ ؓ کی بہن تھیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس ؓ کی ولادت شعب ابی طالب کے محاصرے میں ہوئی۔ آپؓ کے والد عباس بن عبدالمطلب نے فتح مکہ سے قدرے پہلے اسلام قبول کیا، جبکہ آپؓ کی والدہ نے حضرت خدیجہ ؓ کے بعد خواتین میں تیسرے نمبر پر اسلام قبول کرلیا تھا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس ؓ خوبصورت، دراز قد، بارعب شخصیت کے حامل تھے۔ آپؓ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح دمکتا دکھائی دیتا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ نے فتح مکہ کے بعد اپنے والدین کے ہمراہ مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اختیار کی۔

رسول اللہ ﷺ کی دعائیں

رسول اقدس ﷺ نے کئی مواقع پر آپ کے علم وفضل، فہم وفراست اور خیر و برکت کی دعا فرمائی، جس کے باعث حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ علوم ومعارف میں ممتاز مقام پر فائز ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ’’اس امت کا متبحر عالم عبداللہ بن عباسؓ ہے۔‘‘ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اقدس ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ دعائیہ کلمات ادا کیے: ’’الٰہی! اسے دانائی اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا کر۔‘‘

ایک بار حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنے فرزند ارجمند حضرت عبد اللہ ابن عباس ؓ کو رسول اقدس ﷺ کے پاس بھیجا۔ نبی اکرم ﷺ اس وقت کسی شخص سے کھڑے محو گفتگو تھے۔ عبداللہ ابن عباس ؓ خاموشی سے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے جا کر کھڑے ہوگئے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے عبداللہ بن عباس ؓ سے پوچھا کیا تم نے اس شخص کو دیکھا؟ آپؓ نے جواب دیا ’’ہاں یارسول اللہ ﷺ‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا ’’یہ جبرائیل تھے، انبیاء کے علاوہ جس شخص نے بھی اسے دیکھا اس کی بصارت جاتی رہی لیکن تم پر اس کا اثر عمر کے آخری حصے میں ظاہر ہوگا۔‘‘ پھر آپؐ نے ان کے حق میں یہ دعا فرمائی: ’’الٰہی! اس کو قرآن کی تاویل سکھا اور دین کی سمجھ عطا کر اور اسے اہل ایمان میں سے کر۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ایک بار میری خالہ ام المومنین حضرت میمونہ ؓ کے گھر تشریف فرما تھے۔ میں نے آپؐ کے وضو کے لیے پانی لاکر رکھ دیا۔ جب آپؐ کو وضو کی حاجت ہوئی تو آپؐ نے پانی دیکھ کر دریافت فرمایا: میرے لیے یہ پانی یہاں کس نے رکھا ہے۔ ام المومنین ؓ نے بتایا کہ یہ پانی عبداللہ ؓ نے رکھا ہے۔ یہ سن کر آپؐ بہت خوش ہوئے اور یہ دُعا دی:

’’الٰہی! اسے تفقہ فی الدین اور تاویل کا علم عطا کر۔‘‘

ایک بار نبی اکرم ﷺ رات کے آخری حصے میں نماز ادا کررہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے بھی آپؐ کے پیچھے نیت باندھ لی۔ آپؐ نے انہیں پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کرلیا۔ وہ نماز کے دوران دوبارہ تھوڑا سا پیچھے ہٹ گئے۔ جب آپؐ نے سلام پھیرا تو ارشاد فرمایا: ’’تم پیچھے کیوں ہٹ گئے تھے۔‘‘ حضرت عبداللہ ؓ نے عرض کیا: ’’آپؐ اللہ کے رسول ہیں، کسی کو زیب نہیں دیتا کہ آپؐ کے برابر کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ کو ان کی یہ بات پسند آئی اور آپؐ نے ان کے علم وفہم میں اضافے کی دُعا فرمائی۔

حضرت عبداللہ ؓ کی قرآن فہمی

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ قرآن حکیم کی تفسیر وتعبیر، قرآنی آیات کے شان نزول اور ناسخ ومنسوخ کے علم میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ مشہور تابعی حضرت شفیق ؒ بیان کرتے ہیں: ’’ایک بار حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے حج کے موقع پر سورۂ نور کی تفسیر ایسے فصیح وبلیغ انداز میں کی کہ سننے والے دنگ رہ گئے۔ اگر ان کی فصاحت و بلاغت پر مبنی کلام کو ایران و روم کے باشندے سن لیتے تو اسی وقت اسلام قبول کرلیتے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ اکثر و بیشتر صحابہ کرام ؓ کی عملی محفل میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کو بھی بٹھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے اعتراض کیا، کہ یہ ہمارے بچوں جیسا ہے، اس کا ایسی محفلوں میں کیا کام؟ یہ بات سن کر حضرت عمر ؓ نے ارشاد فرمایا: ’’آپ حضرات کو اس ہونہار بچے کا علمی مرتبہ معلوم نہیں، اس کا امتحان کیے لیتے ہیں۔‘‘ پھر آپؓ نے بھری محفل میں پوچھا: ﴿اذا جاء نصر اللہ والفتح﴾ نازل کرکے اللہ رب العزت نے امت مسلمہ کو کیا پیغام دیا ہے۔‘‘ سب ہی نے کہا کہ اس میں سلام کی سربلندی کا ذکر ہے اور اس احسان پر حمد وثنا کی ترغیب ہے۔ حضرت عمر ؓ نے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے یہی سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا، ان قرآنی آیات میں نبی اکرم ﷺ کے اللہ کی طرف لوٹنے کا اشارہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ ’’اس نے بالکل درست کہا ہے کیونکہ ان آیات میں رسول اقدس کے وصال کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ اس لیے محرم اسرارِ نبوت حضرت صدیق اکبر ؓ یہ سورت سنتے ہی غم واندوہ سے آنسو بہانے لگتے تھے۔‘‘

اسی طرح ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○﴾ میں اکثر مفسرین نے کوثر کو جنت کی نہر قرار دیا جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کوثر سے خیر کثیر مراد لیا کرتے تھے۔

حضرت سعید بن جبیر ؓ نے آیت شریفہ ﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (الشوریٰ:23) میں ’’القربیٰ‘‘ سے مراد اہل بیت کی قرابت لی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کا ارشاد ہے کہ اس میں قریش کے تمام قبائل شامل ہیں۔ کیونکہ قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں تھا جس کی قرابت داری رسول اللہ ﷺ سے نہ ہو۔

حضرت عبدالملک بن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ میں ستر یا اسی صحابہ کرام ؓ سے ملا۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی کسی مسئلے میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے مؤقف کے خلاف نہ پایا۔

معاملہ فہمی:

35 ہجری میں حضرت عثمان ؓ کی شہادت

کے بعد جب لوگوں نے حضرت علی ؓ کو خلافت کے لئے منتخب کرنا چاہا تو حضرت علی ؓ نے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مشورہ طلب کیا۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ امت میں آپؓ سے بہتر اس منصب کے لیے کوئی نہیں، لیکن جو بھی خلیفہ ہوگا اس کو قتل عثمان ؓ کے سنگین نتائج و عواقب کا سامنا کرنا ہوگا۔ بعد میں پیدا ہونے والے حالات نے حضرت عبد اللہ ؓ کے خیالات کی تصدیق کردی۔

حضرت امام حسین ؓ نے یزید کے دور میں کوفہ جانے کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مشورہ کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ عراق کے باشندے بے وفا اور دھوکہ باز ہیں؟ آپ وہاں نہ جائیں۔ جب حضرت حسین بن علی ؓ نے کہا کہ ان کو پیغام پر پیغام وصول ہورہے ہیں، اب جائے بغیر چارہ نہیں۔ حضرت عبداللہ ؓ نے مشورہ دیا کہ آپؓ اگر جانا ہی چاہتے ہیں تو اکیلے جائیں، خاندان کو ہمراہ نہ لے جائیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ آپؓ کے ساتھ ویسا سلوک نہ کریں جیسا حضرت عثمان ؓ کے ساتھ کیا گیا۔ میدان کربلا میں وہ خطرات کھل کر سامنے آئے جن کی نشاندہی حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے کی تھی۔

حضرت علی ابن ابی طالب ؓ کے خلاف جب خارجیوں نے شورش برپا کی تو ان سے تبادلہ خیال کے لیے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے ان کے اعتراضات کے ایسے مدلل جواب دیے کہ خارجیوں نے اپنے جملہ اعتراضات سے دستبرداری کا اعلان کردیا اور خارجیوں کے بیس ہزار افراد دوبارہ حضرت علی ؓ کے ساتھ شامل ہوگئے۔

تعلیم و تعلّم

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے حصول علم کے لیے بہت محنت کی اور رسول اکرم ﷺ کے چشمۂ علم سے جی بھر کر سیراب ہوئے۔ آپؐ کے وصال کے بعد حضرت عبد اللہ ؓ نے حصول علم کے لیے صحابہ کرام ؓ کی طرف رجوع کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ جب مجھے اطلاع ملتی کہ فلاں صحابیؓ رسولؐ کے پاس کوئی حدیث ہے تو میں بلا تاخیر ان کے پاس پہنچتا۔ اگر وہ گھر کے اندر ہوتے تو میں ان کے گھر کے باہر چادر بچھا کر بیٹھ جاتا اور ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں باہر بلانا مناسب نہ سمجھتا۔ جب وہ اپنے گھر سے ازخود باہر تشریف لاتے اور مجھے اپنی دہلیز پر بیٹھا ہوا دیکھتے تو بے ساختہ پکار اٹھتے۔ عبداللہ، آپ یہاں کیسے؟ آپؓ مجھے پیغام بھیجتے میں خود آپؓ کے پاس آجاتا۔ میں عرض کرتا پیاسا کنوئیں کے پاس آتا ہے۔ کبھی کنواں خود چل کر پیاسے کے پاس نہیں جاتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ حصول علم کے بعد لوگوں کو تعلیم دینے میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ آپؓ کا گھر عوام کے لیے ایک بہت بڑی جامعہ کا درجہ اختیار کر گیا۔ آپؓ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔ روزانہ سینکڑوں طلبہ حصول علم کے لیے حاضر ہوتے۔ اس کے علاوہ بعض مجالس خصوصیت کے ساتھ علمی مذاکروں کے لیے مخصوص تھیں۔ ہفتے میں ایک دن تفسیر، ایک دن فقہ، ایک دن مغازی وسیر، ایک دن عرب کے گزشتہ حالات اور اسلام سے قبل جنگوں کے بارے میں گفتگو اور سوال و جواب کے لیے مخصوص تھے۔ جو بھی ان کی مجلس میں شریک ہوتا ان کے علم کا معترف ہوتا اور ہر سوال کرنے والا ان سے اپنا جواب پاتا۔

قول وعمل کی یک جائی:

حضرت ابن عباس ؓ جن باتوں کی دوسروں کو تلقین کرتے خود بھی ان پر پوری طرح عمل پیرا ہوتے تھے۔ وہ دن کو بکثرت روزے رکھتے اور راتوں کو قیام کرتے۔ مشہور تابعی عبداللہ بن ملیکہؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ابن عباس ؓ کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ دوران سفر جب ہم کسی منزل پر قیام کرتے تو دوسرے افراد تھکان کے باعث سوجاتے لیکن ابن عباس ؓ رات کا بڑا حصہ عبادت میں گزارتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک رات کو وہ اس آیہ کریمہ کی مسلسل تلاوت کرتے رہے:

﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ (١٩)﴾(ق)

"موت کی جان کنی حق کو لے کر آپہنچی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔"

وہ اس آیت کو پڑھتے جاتے اور روتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں صبح ہوگئی۔

بصارت سے محرومی

نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق عمر کے آخری حصے میں آپؓ کی بینائی جاتی رہی۔ راتوں کو بارگاہ خداوندی میں روتے رہنے سے آپؓ کے رخساروں پر دو پتلی سی نالیاں بن گئی تھیں۔ علامہ ابن عبدالبر نے اپنی معروف کتاب "الاستیعاب" میں حضرت عبد اللہ ابن عباس ؓ کے یہ شعر تحریر کیے ہیں جو انہوں نے آنکھوں سے محرومی کے بعد کہے:

ان یاخذ اللّٰہ من عینی نورھما
ففی لسانی و قلبی منھما نور
قلبی ذکی و عقلی غیر ذی دخل
و فی فمی صارم کالسیف ماثور

"اگر اللہ تعالیٰ نے میری دونوں آنکھوں کا نور لے لیا ہے تو کوئی بات نہیں۔ میری زبان اور دل میں تو نور موجود ہے۔ میرا دل بیدار اور ہوشیار ہے اور میری عقل میں کوئی فتور نہیں۔ اور میرے منہ میں تیز ہوا کی مانند زبان محفوظ ہے۔"

رحلت

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ 68 ہجری میں 71 سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ آپؓ اس وقت طائف میں رہائش پذیر تھے۔ آپؓ کی نماز جنازہ حضرت علی ؓ کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ نے پڑھائی اور اس وقت موجود صحابہؓ اور اکابر تابعین نے جنازہ میں شرکت کی۔ جس وقت لوگ آپؓ کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے تو غیب سے یہ آواز آئی:

﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ (٢٧) ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (٢٨) فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ (٢٩) وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (٣٠)﴾ (الفجر)

"اے اطمینان پانے والی رُوح اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل، تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، تو میرے (ممتاز) بندوں میں شامل ہو جا اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔"

☆☆☆

ادارہ ندائے خلافت کی جانب سے قارئین کو

نیز قارئین نوٹ فرمالیں کہ عیدالفطر کی تعطیلات کی وجہ سے پریس اور ادارہ کے دفاتر بند رہیں گے۔ بنابریں ندائے خلافت کا آئندہ شمارہ شائع نہیں ہوگا۔

سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات

محمد سلیم قریشی

بینکنگ انڈسٹری میں پچھلے دنوں ایک بڑے فراڈ کا چرچا رہا، یہ سود کی شرح کا فراڈ تھا۔ برٹش بینکرز ایسوسی ایشن، برطانیہ کے دس بڑے بینکوں سے حاصل ہونے والی شرح سود کے اعداد کو سامنے رکھ کر ایک اوسط شرح سود کا اعلان کرتی ہے جسے لائے بور کہا جاتا ہے۔ London Inter Bank Offered Rate اس کی بنیاد پر برطانیہ کے بڑے بینک ایک دوسرے کو قرض فراہم کرتے ہیں اور یہ شرح سود پھر پوری دنیا کے مالیاتی نظام میں کسی بھی قسم کے قرضے کی فراہمی کے لیے ایک حوالے کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ لندن کے بینک اگر زیادہ شرح سود کا اعلان کرتے ہیں تو بینکوں سے قرض لینے والے زیادہ سود ادا کریں گے اور اگر کم شرح سود طے کی جاتی ہے تو قرض دہندگان پھر کم شرح سود دیں گے۔ لائے بور سرمایہ دارانہ نظام میں مقدس سمجھی جانے والی انتہائی قابل اعتبار چیز ہے جس پر اعتماد کی بنیاد پر لوگ بینکوں سے قرض حاصل کرتے ہیں۔ یہ شرح سود ایک طرح سے مالیاتی نظام کی صحت کا پیمانہ بھی ہے۔ اگر بینک مالیاتی نظام کے حوالے سے پراعتماد ہوتے ہیں تو کم شرح سود پر دوسرے بینکوں کو قرض فراہم کرتے ہیں اور اگر یہ اعتماد شکوک وشبہات کی زد پر ہو تو بینک زیادہ شرح سود پر قرض مہیا کرتے ہیں۔

برطانیہ کا ایک مشہور ومعروف بینک آئس برگ کا وہ معلوم حصہ تھا جس سے لائے بور کے عظیم فراڈ کا پتہ چلا۔ مذکورہ بینک نے 2008ء کے مالیاتی بحران کے عروج میں قرض حاصل کرنے کے لیے شرح سود کے متعلق غلط اعداد وشمار پیش کیے اور مارکیٹ میں اپنی ساکھ کی غلط تصویر پیش کی۔ یہ وہ دور تھا جب دنیا کے بڑے بڑے بینکوں نے ایک دوسرے کو قرض دینے سے ہاتھ کھینچنا شروع کر دیا تھا، اس خوف سے کہ کہیں دوسرے بینک کے پاس واپس کرنے کے لیے پیسے ہی نہ ہوں۔ اس صورت میں بینک ایک دوسرے کو قرضے فراہم بھی کرتے تو شرح سود زیادہ ہوتی۔ یہ بینک اگر کسی دوسرے بینک سے پانچ فی صد شرح سود پر قرض لے رہا تھا تو مارکیٹ میں یہ ظاہر کیا کہ وہ صرف دو فی صد پر قرض لے رہا ہے، تا کہ یہ تاثر دیا جاسکے کہ بینک مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہے اور کوئی بھی صارف اس بینک میں جمع پونجی جمع کرانے یا کسی بھی قسم کا مالیاتی معاہدہ کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار نہ ہو۔ اس طرح کے معاملات میں یہ بینک تنہا نہیں بلکہ دنیا کے بڑے بڑے بینک اسی طریقے پر چل رہے تھے۔ یہ اس فراڈ کا ایک افسوسناک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو کہیں زیادہ افسوسناک ہے۔

گزشتہ مہینے 12 جولائی کو نیویارک فیڈرل ریزرو نے 2007ء کی اپنی دستاویزات عام کیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ''نیویارک فیڈرل ریزرو اس بات سے باخبر ہے کہ اکثر بینک لائے بور کو اپنی مرضی کی سطح پر فکس کرنے کے لیے اپنے قرضوں پر شرح سود سے متعلق غلط اعداد وشمار پیش کرتے ہیں''۔ 2008ء کے اواخر میں بینک آف انگلینڈ کے گورنر نے برطانوی پارلیمنٹ کو لائے بور سے متعلق بریفنگ دیتے ہوئے کہا تھا کہ ''دراصل یہ وہ شرح سود نہیں ہے جس پر بینک ایک دوسرے کو قرض دیتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ بینک آف انگلینڈ، نیویارک فیڈرل ریزرو، برطانوی پارلیمنٹ کے سیاست دان اور اعلیٰ حکام سب کو اس فراڈ کا علم تھا۔ سب مل کر عام لوگوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے تھے۔ کتنا؟ اعداد وشمار کے ذریعے بتانا بھی ممکن نہیں۔ یہ اتنا بڑا فراڈ ہے کہ تصور بھی محال ہے۔

لائے بور اسکینڈل سے ثابت ہوتا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے عظیم تصور ''فری مارکیٹ'' نام کی کوئی چیز وجود نہیں رکھتی۔ کاغذی کرنسی، قرضوں پر کھڑی معیشت، نج کاری، اسٹاک ایکسچینج، لمیٹڈ کمپنیز، سودی بینکاری اور سٹے بازی جیسی پالیسیوں نے سرمایہ دارانہ نظام کو تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا ہے۔ جہاں تک اس خیال کا تعلق ہے کہ مغرب جو بات کرتا ہے وہ سچائی پر مبنی ہوتی ہے، یہ بہت ایماندار لوگ ہیں، انسانی حقوق کا خیال رکھتے ہیں، یہ سب اس تہذیب کے ظواہر ہیں۔ یہ تہذیب انسانیت کے ویرانے پر کھڑی حالت جنگ اور حالت امن ہر دو حالتوں میں انسانی کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کر رہی ہے۔ جو معاملات پہلے سادہ تھے اب ان میں الجھاؤ پیدا کر کے انسانیت کو عظیم سانحات اور عظیم تر پریشانیوں میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔ بینک سسٹم ایک استحصال، بددیانتی اور فراڈ کی بنیاد پر شروع ہوا تھا اور آج تک اس کی روح استحصال پر قائم ہے۔ سود اس کی نس نس میں بسا ہوا ہے۔ اسلام میں سود اس قدر قابل مذمت ہے کہ سود کا لین دین فی الحقیقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ کے مترادف ہے۔ اسی اعلان جنگ کا نتیجہ ہے کہ چند یہودی سرمایہ داروں کی اجارہ داری اور غریبوں کی جمع پونجی لوٹنے والے اس نظام میں کبھی دبئی ڈوب جاتا ہے اور کبھی امریکہ کے رئیل اسٹیٹ سے وابستہ مالیاتی ادارے۔

ضرورت رشتہ

☆ ایک معزز آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، ایم ایس سی باٹنی عمر 21.5 سال درمیانہ قد کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-7580111

دعائے مغفرت کی درخواست

- محمد منیر احمد سابق امیر حلقہ بہاولنگر و بہاولپور کی خوشدامن صاحبہ انتقال فرما گئیں
- حافظ محمد امین رفیق تنظیم اسلامی منفرد اسرہ مروٹ کی نانی جان وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومات کی مغفرت فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلھن وارحمھن وادخلھن فی رحمتك وحاسبھن حساباً یسیراً

مقامی تنظیم گوجر خان میں حافظ مجید ندیم کا بطور امیر تقرر

مقامی امیر کی بوجوہ معذرت کی بنا پر ناظم حلقہ پنجاب پوٹھوہار کی طرف سے مقامی تنظیم گوجر خان میں تقرر امیر کے لیے موصولہ تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 26 جولائی 2012ء میں مشورہ کے بعد جناب حافظ ندیم مجید کو مذکورہ مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

streaming down the lightly painted face at the precise time when the camera zooms in. It is a winning advert --- sure to guarantee a sizeable viewership of semi-literate housewives from all over the country.

The ethos of Islamic culture is simplicity. Spiritual practice is an intensely private matter, and when it is brazenly flaunted by exhibitionists, it loses all sanctity. The individual's faith is a matter between him and his Creator, and humility is the defining trait of the believer. Religiosity dripping from phony appearances, hairy faces appropriate for the occasion, titles, headgear exposes the emptiness, superficiality and hypocrisy of the trade. According to a hadith, "Allah does not look at your appearances, but He looks into your hearts".

The Pakistani media has reached the lowest point of depravity with this marketization of spirituality. It steers directionless, blinded by the commercialist and competitive imperative, leading a nation wired into the matrix, frozen into a hypnotic trance like sleepwalking starry-eyed zombies.

The artifice, pretentiousness and even shameless hypocrisy of it all is a damning verdict on our collective morality as a society. I fear for the generation that grows up in, and is socialized into this morass of values. When the persona of the "religious scholar" is tarnished with debauchery, hypocrisy and showmanship --- when spirituality is worn and flaunted for appropriacy according to the occasion --- when our most sacred values are presented in such blatantly superficial and distasteful ways, I shudder to think of what we are dwindling into as a society and a nation. What *papier mache* "role models" and inspiration we are leaving behind for our children?

RAMAZAN PROGRAMMES

You do not exactly know how to react to the programmes made by different TV channels for the holy of month of Ramazan. While a couple of them are worth watching, a majority of the shows give a fair indication as to how deep mediocrity has seeped into our society.

From an early age, we are taught that one should do a good deed or get involved in charity in such a way that not even someone close to us should know about it (so that the element of bragging is eliminated). What these TV channels are doing is that they invite people, ostensibly from the underprivileged segment of society or those with social issues, and resolve their problems on live television through their anchors, who do their job with such fakeness that the word sincerity loses its meaning. It all comes across as a badly executed professional job.

In a manner of speaking, it is an insult to those disadvantaged people who come to these shows for one reason or another having their dignity at stake. Well, perhaps that's the new version of reality television and we've become compulsive cribbers.

(*Courtesy: daily "Dawn"*)

Maryam Sakeenah

A PROFANE SPIRITUALITY

Pakistani private television channels glamorously sport sensational televangelists to satiate the public appetite for spirituality amidst tawdry entertainment galore. The trend rockets in Ramadan when popular media faces don sobriety in cotton shalwar kameezes of subdued hues, skullcaps, most alluring beaded scarves and chiffon dupattas. It sells!

This year once again we have on screen with all his guns blazing one of these popular televangelists known for his versatile talents in speaking, singing, making dramatic invocations and tear-stained supplications as well as skills one cannot mention at the family dinner table. The latter came to light in a leaked video, that had recorded this “aalim's” behind-the-camera antics and escapades. There was great shock and horror at this most dramatic *volte-face* from a simple-minded populace that loves hero-worship. The wiser ones chuckled, saying, “I told you so”. The “aalim” carried on with classic composure, invoking divine retribution for the liars behind the scandal in his usual flowery and flamboyant language. The dexterous televangelist carries on with his repulsively seductive religious rhetoric aimed at the simplistic mass mindset.

Notwithstanding the public humiliation he underwent and the aggravated sentiment of his massive fan-following (largely female), the “aalim” stuck to his guns and emerged unscathed. There you have it --- the “aalim” graces the screen of Pakistan's most popular private television channel this Ramadan with an unbelievable audacity in your face. What adds a flabbergasting twist to the tale is the fact that the earlier video had been allegedly publicized on Youtube and elsewhere by this very channel, which now advertises his program as its Ramadan highlight. The channel also must be credited with putting up this ignoramus of abysmal moral standing and dubious background as an “aalim” before the Pakistani public in the first place. After his metamorphosis into an “Aalim Online” thanks to this channel, the so-called “aalim” reappeared on a similar evangelical show on another channel having quit his mentors in the previous one. That is when appalling off-camera clips from his programs recorded for the first channel went viral. In a mind-boggling move, the “aalim” returns to this channel he had quit, reaffirming his loyalties and once again using his odious eloquence to seduce gullible minds.

The entire episode reeks of a most worrying and dangerous trend in Pakistani society. The commercialization of the mass media has taken a heavy toll on our most sacred values, marketizing the sacred, commodifying spirituality. Religion too is to be sold, like soap or whitening creams or cheap powder. It is embellished with a deliberate spirituality calculated to keep the viewer glued to the screen, packaged under brand names, presented by alluring faces in lighter shades of lipstick framed by an oceanic-blue-green or pristine white sequined scarf. For a more dramatic touch, the camera captures a little tear droplet

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
کے زیرِ اہتمام

داخلے جاری ہیں

(پارٹ I اور II)

رجوع الی القرآن کورسز

یہ کورسز بنیادی طور پر تعلیم یافتہ افراد کے لیے ترتیب دیے گئے ہیں' تاکہ وہ حضرات جو کم از کم انٹرمیڈیٹ کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' ان کورسز کے ذریعے ان کو ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے۔ ہفتے میں پانچ دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

نصاب (پارٹ I)

1. عربی صرف ونحو
2. ترجمہ قرآن
3. آیاتِ قرآنی کی صرفی ونحوی تحلیل
4. قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی
5. تجوید وناظرہ
6. مطالعۂ حدیث وفقہ العبادات
7. اصطلاحاتِ حدیث
8. اضافی محاضرات

نصاب (پارٹ II)

1. مکمل ترجمۃ القرآن (مع تفسیری توضیحات)
2. مجموعۂ حدیث
3. فقہ
4. اصولِ تفسیر
5. اصولِ حدیث
6. اصولِ فقہ
7. عقیدہ
8. عربی زبان وادب
9. اضافی محاضرات

- اس سال کلاسز کا آغاز 3 ستمبر سے ہوگا
- داخلہ کے خواہشمند خواتین وحضرات یکم ستمبر کو صبح دس بجے انٹرویو کے لیے قرآن اکیڈمی تشریف لائیں
- پارٹ II میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے

نوٹ:
پارٹ I میں داخلے کے لیے انٹرمیڈیٹ پاس ہونا اور پارٹ II میں داخلے کے لیے رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I) پاس کرنا لازمی ہے

برائے رابطہ: **قرآن اکیڈمی**
36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
email:irts@tanzeem.org
ندیم سہیل
0322-4371473

8 اگست 2012ء

برمی مسلمانوں پر ظلم وتشدد بند کیا جائے!

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کا میانمار کے سفیر کے نام خط

عزت ماب سفیر میانمار جناب یوسین منت اُو

سلام اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔اما بعد!

میانمار میں مسلمانوں کے جان و مال اور عزت کے تحفظ کے حوالہ سے جو خبریں آ رہی ہیں وہ ہم سب کے لیے انتہائی تشویش ناک ہیں۔اگر چہ عالمی میڈیا اور غیر جانبدار افراد کی موقع پر رسائی نہ ہونے کی وجہ سے حقائق جاننے میں بہت دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔لیکن مختلف ذرائع کے مطابق بدھ مت مذہب سے تعلق رکھنے والوں نے ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر دیا ہے۔ایک بڑی تعداد میں مسلمان غائب کر دیے گئے ہیں۔ان کے گھر جلا دیے گئے ہیں۔مسلمان خواتین سے انسانیت سوز سلوک کیا جا رہا ہے۔معصوم بچوں کو بری طرح ہلاک کر دیا گیا ہے۔ہزا یکسلینسی ایسا ظلم وتشددیوں تو کسی بھی مذہب ونسل سے تعلق رکھنے والی قوم کے لیے باعث شرم وندامت ہے لیکن بدھ مت کے پیروکاروں سے ایسے بہیمانہ رویہ اور ظلم وتشدد کی قطعی طور پر امید نہیں تھی۔آج تک تو یہ بات بزبان خاص و عام تھی کہ بدھ مت سے وابستہ لوگ جان کے تلف کرنے کے حوالے سے بہت حساس ہوتے ہیں۔وہ کوشش کرتے ہیں کہ چلتے ہوئے اُن کے قدموں تلے کیڑے مکوڑے بھی نہ آئیں لیکن انسانی جانوں کو یوں بے دردی سے تلف کرنا اور دوسرے مذاہب کی عورتوں کی عزت سے کھیلنا، بدھ مذہب کے دعوے داروں سے یہ توقع کسی کو نہ تھی۔ہماری معلومات کے مطابق جو لوگ صورت حال کا جائزہ لینے اور حقائق جاننے کے لیے میانمار کا دورہ کرنا چاہتے تھے انہیں بھی ویزہ نہیں جاری کیا گیا۔جس کا یقیناً یہ مطلب لیا جائے گا کہ میانمار میں مسلمانوں پر ظلم وتشدد اور جبر واستبداد اس سے بھی کہیں زیادہ ہے جو کچھ سننے میں آ رہا ہے۔

میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی حکومت کو واضح طور پر بتائیں کہ مسلمانوں پر ہونے والا یہ ظلم وتشدد فوری طور پر بند کیا جائے۔اس سے آپ کے ملک کا امیج بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔یہ بات بھی یقیناً آپ کے علم میں ہوگی اور اقوام متحدہ کے چارٹر کے تحت ہر ملک کی حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک میں بسنے والی تمام اقلیتوں کے جان و مال اور عزت کی حفاظت کریں اور انہیں اپنے عقائد کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت دیں۔مجھے یقین ہے کہ آپ میرے اور میری جماعت کے ارکان کے جذبات کی اپنی حکومت کے سامنے صحیح ترجمانی کریں گے۔میں امید رکھتا ہوں کہ میانمار میں مسلمانوں کے لیے حالات سازگار ہو جائیں گے اور وہ پرامن زندگی گزار سکیں گے۔

عاکف سعید

(حافظ) عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی